

بھارت 2017 بین الاقوامی مذہبی آزادی رپورٹ

خلاصہ

آئین سوچ کی آزادی اور تمام افراد کیلئے مذہب کے اظہار، اُس پر عمل اور تشہیر کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے؛ ایک سیکولر ریاست کا مینڈیٹ دیتا ہے؛ ریاست سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ تمام مذاہب کو غیر جانبداری کے ساتھ برابر سمجھا جائے؛ اور مذہب کی بنیاد پر امتیاز برتنے سے منع کرتا ہے۔ آئین یہ بھی کہتا ہے کہ شہری ہر حال میں اپنے مذہب پر اس انداز میں عمل کریں کہ اس سے عوامی زندگی، اخلاقیات یا صحت پر منفی اثرات نہ پڑیں۔ 29 میں سے 8 ریاستوں میں ایسے قوانین موجود ہیں جو مذہب کی تبدیلی پر پابندی عائد کرتے ہیں اور ان میں سے پانچ ریاستوں میں یہ قانون پر پوری طرح نافذ ہے۔ حکام نے اکثر نام نہاد امن کمیٹیوں کے ایسے ارکان کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں کی جنہوں نے بیشتر مسلمانوں سمیت ایسے افراد پر تشدد کیا جن پر گائے کو ذبح کرنے یا غیر قانونی طور پر انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے یا انہیں بیچنے یا بیف کھانے کا شبہ ہو۔ سول سوسائٹی اور مذہبی اقلیتوں کے نمائندوں نے بتایا کہ موجودہ حکومت کے تحت ہندو قوم پرست گروپوں کی جانب سے غیر ہندو افراد اور ان کی عبادت گاہوں پر تشدد آمیز کارروائیوں کی وجہ سے مذہبی اقلیتیں خود کو زیادہ غیر محفوظ سمجھنے لگی ہیں۔ مذہبی اقلیتوں کے نمائندے کہتے ہیں کہ اگرچہ قومی حکومت نے کبھی کبھار تشدد کے واقعات کے خلاف بات کی، مقامی سیاستدانوں نے اکثر ایسا نہیں کیا اور انہوں نے اکثر ایسے بیانات دیے جن سے لوگ یہ اخذ کر سکتے تھے کہ وہ پر تشدد اقدامات کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ 2 اپریل کو ریاست چھتیس گڑھ کے وزیر اعلیٰ رمن سنگھ نے کہا کہ ان کی ریاست میں اگر کسی نے گائے کو ذبح کیا، اسے پھانسی دے دی جائے گی۔ مذہب کی بنیاد پر تشدد اور بلووں سے متعلق طویل عرصے سے جاری مقدمات میں پیش رفت کی رفتار مسلسل سست رہی۔ مئی میں کراہ ہائی کورٹ نے ایک ہندو لڑکی اور مسلمان مرد کی شادی اس بنیاد پر منسوخ کر دی کہ تیسرے فریق نے الزام لگایا تھا کہ لڑکی کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا حالانکہ لڑکی نے خود اس بات کی تردید کی تھی۔ اس فیصلے پر سپریم کورٹ کی نظر ثانی کا سلسلہ سال کے آخر تک جاری رہا۔ سپریم کورٹ نے 22 اگست کو ایک فیصلے میں کسی مسلمان مرد کی طرف سے تین بار طلاق کا لفظ کہتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دینے کی روایت کو غیر آئینی قرار دے دیا۔ 23 مئی کو مرکزی حکومت نے مویشی منڈیوں میں ذبح کیلئے مویشیوں کی فروخت پر پابندی لگا دی؛ جولائی میں سپریم کورٹ نے اس حکم پر عملدرآمد تین ماہ کیلئے روک دیا۔ کسانوں کی طرف سے احتجاج، بیف استعمال کرنے والی ریاستوں اور سپریم کورٹ کی طرف سے مخالفانہ فیصلے کے بعد حکومت نے ضابطوں کو زیادہ قابل قبول بنانے کیلئے ان میں چند تبدیلیاں کرنے پر سوچ بچار شروع کر دیا؛ تاہم سال کے اختتام تک اس بارے میں کوئی پیش رفت سامنے نہ آسکی۔ حکومت نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی اقلیتی حیثیت کو سپریم کورٹ میں چیلنج کرنے کے اقدامات جاری رکھے جس کے تحت ان تعلیمی اداروں کو عملے کی بھرتی اور کورس کی تشکیل کے فیصلوں میں آزادی حاصل تھی۔

مذہبی بنیادوں پر قتل، حملوں، فسادات، امتیازی سلوک، توڑ پھوڑ اور افراد کے مذہبی اعتقادات اور مذہبی پرچار کے حقوق سلب کرنے کے اقدامات کے بارے میں رپورٹیں منظر عام پر آتی رہیں۔ گائے کے تحفظ کے نام نہاد گروپس کی طرف سے زیادہ تر مسلمانوں کے خلاف پر تشدد واقعات کے بارے میں بھی بہت سی رپورٹیں سامنے آئیں جن میں قتل، ہجوم کی طرف سے تشدد، حملے

اور اشتعال انگیزی کے واقعات شامل تھے۔ حکام اکثر حملے کرنے والوں کے بارے میں تفتیش کرنے میں ناکام رہے۔ 22 جون کو ہریانہ میں ایک ٹرین میں سوار حملہ آوروں نے 16 سالہ جنید خان پر بیف کھانے کا الزام لگایا اور اُس پر حملہ کر کے قتل کر دیا اور پھر اُس کی لاش کو ٹرین سے باہر پھینک دیا۔ حکام نے ریلوے کے پولیس افسر پر مبینہ طور پر مداخلت نہ کرنے کے بارے میں تفتیش کی۔ یکم اپریل کو ہندوؤں نے ایک ٹرک میں گائیوں کو لیجانے والے ایک مسلمان شخص کو مار مار کر ہلاک کر دیا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں اور مسیحیوں کو دھمکایا، ان پر حملے کئے اور اُن کی جائیدادیں تباہ کر دیں۔ دسمبر میں ایک ہندو شخص نے آن لائن ایک ویڈیو پوسٹ کی جس میں اسے ایک مسلمان مزدور کو مذہبی اختلافات کی وجہ سے اسے زدو کوب کرتے، جلاتے اور ہلاک کرتے ہوئے دکھایا گیا۔ وشوہندو پریشد (VHP) کو میڈیا ہندو قوم پرست جماعت قرار دیتا ہے۔ اس جماعت نے 8 اکتوبر کو کہا کہ مسیحی مشنریوں کو ہر صورت ملک سے نکلنا ہو گا اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ بین الاقوامی غیر سرکاری تنظیم اوپن ڈورز کے مقامی پارٹنرز کی طرف سے جمع کئے گئے اعدادوشمار کے مطابق اس سال کے پہلے چھ ماہ کے دوران رپورٹ ہونے والے 410 واقعات میں مسیحیوں کو ان کے عقیدے کی وجہ سے ہراساں کیا گیا، انہیں دھمکیاں دی گئیں اور اُن پر حملے کئے گئے جبکہ 2016 کے پورے سال میں ایسے واقعات کی تعداد 441 تھی۔ ان واقعات میں مشنریوں، کلیساؤں اور ذاتی جائیدادوں پر حملے شامل تھے۔ جنوری سے مئی کے دوران داخلہ امور کی وزارت نے مذہبی برادریوں کے درمیان تنازعات کے 296 واقعات کی نشاندہی کی جن میں 44 افراد ہلاک اور 892 زخمی ہوئے۔

امریکی حکومت کے سینئر اہلکار تمام سال کے دوران مذہبی آزادی کے احترام کی اہمیت پر زور دیتے اور برداشت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے رہے۔ امریکی سفاتخانہ اور چاروں قونسلٹ جنرل حکمران اور مخالف سیاسی پارٹیوں اور مختلف عقائد کی کمیونٹیز کے مذہبی رہنماؤں سے مذہبی آزادی اور برداشت کے بارے میں گفتگو کرتے رہے جن میں بہائی، بودھ، مسیحی، ہندو، جین، یہودی، مسلمان، سکھ اور پارسی برادریوں کے نمائندے شامل تھے۔ انہوں نے سول سوسائٹی اور مذہبی آزادی کے علمبرداروں سے بھی بات جاری رکھی۔ سفاتخانے کے اہلکاروں نے اقلیتوں سے متعلق قومی کمشن، انسانی حقوق کے قومی کمشن، سیاسی لیڈروں، ریاستی اور مقامی حکام، ذیلی مذہبی تنظیموں اور تمام مذہبی برادریوں کے سول سوسائٹی گروپوں کے ساتھ بھی اس حوالے سے رابطے جاری رکھے۔

سیکشن ۱: مذہبی آبادیوں کی صورت حال

امریکی حکومت کا اندازہ ہے کہ اس ملک کی آبادی ایک ارب 28 کروڑ (جولائی 2017 کا تخمینہ) ہے۔ 2017 کی مردم شماری حالیہ ترین مردم شماری ہے جس کے بارے میں جزوی اعدادوشمار موجود ہیں۔ اس مردم شماری کے مطابق ہندو کل آبادی کا 79.8 فیصد، مسلمان 14.2 فیصد، عیسائی 2.3 فیصد اور سکھ 1.7 فیصد ہیں۔ بقیہ ایک فیصد میں بدھ، جین، زرتشت (پارسی)، یہودی اور بہائی لوگ شامل ہیں۔ قبائلی امور کی وزارت نے 10 کروڑ 40 لاکھ ان افراد کو سرکاری اعداد و شمار میں ہندو کے طور پر رکھا ہے جن کا تعلق نچلی ذات کے قبائل سے ہے اور جو ایسے گروپس ہیں جو تاریخی اعتبار سے ذات پات کے نظام سے باہر ہیں اور اکثر

مظاہر پرست اور مختلف مقامی مذہبی اعتقادات میں یقین رکھتے ہیں۔ ایک تہائی کے لگ بھگ عیسائیوں کو بھی نچلی ذات کے قبیلوں میں شمار کیا گیا ہے۔

حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق اتر پردیش، بیہار، مہاراشٹر، مغربی بنگال، تلنگانا، کرناٹک اور کیرالا میں بڑی مسلمان اقلیتیں موجود ہیں۔ ریاست جموں و کشمیر میں 68.3 فیصد آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ یہ واحد ریاست ہے جہاں مسلمان واضح اکثریت میں ہیں۔ 85 فیصد سے کچھ زیادہ مسلمان سنی ہیں جبکہ بیشتر باقی لوگ شیعہ ہیں۔ عیسائی آبادی تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ تاہم ان کی زیادہ تعداد شمال مشرقی ریاستوں کے علاوہ کیرالا، تامل ناڈو اور گوا کی جنوبی ریاستوں میں آباد ہے۔ تین شمال مشرقی ریاستوں میں عیسائیوں کی آبادی نسبتاً زیادہ ہے۔ ان میں ناگالینڈ میں عیسائی کل آبادی کا 90 فیصد، میزورام میں 87 فیصد اور میگھالیا میں 70 فیصد ہیں۔ سکھ پنجاب کی کل آبادی کا 54 فیصد ہیں۔ دلائی لاما کے دفتر کا کہنا ہے کہ ہماچل پردیش، کرناٹک، اترکھنڈ اور دہلی میں تبت سے بدھ مت کے پیروکار بڑی تعداد میں آ کر اس سر نو آباد ہوئے ہیں۔ 2009 کی ایک پارلیمانی رپورٹ کے مطابق ایم ایچ اے کا اندزہ ہے کہ تبت کے بودھ لوگوں کی کل تعداد 110,000 ہے۔

سیکشن II : مذہبی آزادی کیلئے حکومت کے احترام کی صورت حال

قانونی نظام

امن عامہ، اخلاقیات اور صحت کے حوالے سے دیکھا جائے تو آئین تمام لوگوں کو مذہبی آزادی، اور مذہب کے آزادانہ پرچار کا حق اور ایک سیکولر ریاست کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ حکومتی سطح پر مذہبی بنیاد پر امتیازی سلوک کی ممانعت کرتا ہے، جس میں ملازمت کے علاوہ افراد پر مذہبی بنیاد پر سرکاری، یا نجی تنصیبات یا ایسی تنصیبات تک رسائی پر پابندی شامل ہیں جو عام پبلک کے لیے کھلی ہوں۔ آئین کہتا ہے کہ مذہبی گروپوں کو مذہب یا فلاحی مقاصد کیلئے ادارے تشکیل دینے اور انہیں برقرار رکھنے کا حق حاصل ہے۔ اس کے علاوہ انہیں مذہبی معاملات کو خود برتنے اور جائیداد کے حصول، ملکیت اور انتظام کا پورا حق حاصل ہے۔ آئین اس بات کی ممانعت کرتا ہے کہ کسی مخصوص مذہب کا پرچار کرنے اور اسے جاری رکھنے کیلئے کسی بھی شخص کو ٹیکس دینے پر مجبور کیا جائے۔ قومی اور ریاستی قوانین مذہبی آزادی امن عامہ، اخلاقیات اور صحت کے تابع بناتے ہیں۔ آئین کہتا ہے کہ ملک ایک ایسا شہری ضابطہ تیار کرنے کی کوشش کرے گا جو ملک بھر میں تمام مذاہب کے لوگوں پر یکساں طور پر لاگو ہو۔ وفاقی قانون حکومت کو ایسی مذہبی تنظیموں پر پابندی عائد کرنے کا اختیار دیتا ہے جو فرقہ وارانہ کشیدگی کا باعث بنتی ہیں، دہشت گردی یا بغاوت میں ملوث ہوتی ہیں یا پھر غیر ملکی ترسیلات کے قوانین کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوتی ہیں۔

ملک کی 29 میں 8 ریاستوں میں ایسے قانون موجود ہیں جو مذہب تبدیل کرنے پر پابندی عائد کرتے ہیں۔ یہ آٹھ ریاستیں اروناچل پردیش، چھتیس گڑھ، گجرات، ہماچل پردیش، جھاڑکھنڈ، مدھیہ پردیش، اڑیسہ اور راجستھان ہیں۔ ان میں پانچ ریاستوں نے اس قانون کا اطلاق کیا ہے۔ اروناچل پردیش میں مذہب کی تبدیلی کے خلاف قانون پر عمل درآمد کا کوئی قانون نہیں ہے۔ راجستھان

میں 2006 میں ایسا ایک بل منظور کیا گیا لیکن اس پر دستخط نہ ہونے کی وجہ سے ابھی اسے قانون کا درجہ نہیں ملا ہے۔ جھاڑ کھنڈ میں بھی اگست میں مذہب کی تبدیلی کے خلاف ایک بل منظور کیا گیا۔ تاہم سال کے اختتام تک یہ بل گورنر کے دستخطوں کا منتظر تھا۔ چھتیس گڑھ اور مدھیہ پردیش میں ”طاقت کے استعمال، ترغیب دینے یا فراڈ“ کے طریقوں سے مذہبی تبدیلی روکی جاتی ہے اور مذہب تبدیل کرنے کے خواہشمند افراد کیلئے لازمی ہے کہ وہ ایسا کرنے سے ایک ماہ قبل ضلعی حکام کو اطلاع دیں۔ اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو، جن میں مشنری اور مذہب کی تبدیلی کی حوصلہ افزائی کرنے والی مذہبی شخصیتیں شامل ہیں جرمانے اور دیگر سزائیں عائد کی جاتی ہیں، مثلاً چھتیس گڑھ میں تین سال تک قید اور مدھیہ پردیش میں چار سال تک قید کی سزائیں اس صورت میں دی جاتی ہیں اگر مذہب تبدیل کرنے والے بچے ہوں، عورتیں ہوں یا حکومت کی طرف سے تاریخی طور پر محروم قرار دئے گئے گروپس کے ارکان ہوں (جنہیں عرف عام میں شیڈولڈ کاسٹ یا شیڈولڈ قبائل کہا جاتا ہے)۔ گجرات میں کسی بھی قسم کی مذہبی تبدیلی کیلئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے پیشگی اجازت حاصل کرنا لازمی ہے اور زبردستی تبدیلی مذہب پر تین سال تک قید اور 50,000 روپے (\$780) تک جرمانے کی سزائیں مقرر ہیں۔ ہماچل پردیش میں یہ سزائیں دو سال تک قید اور / یا 25,000 روپے (\$390) تک جرمانے ہیں۔ بچوں، عورتوں، شیڈولڈ کاسٹ یا شیڈولڈ قبائل کے ارکان کیلئے مذہب کی تبدیلی کی سزائیں اڑیسہ کے حوالے سے جرمانے کے بجائے قید کی صورت میں ہوسکتی ہیں۔ ہماچل پردیش اور اڑیسہ میں ”زبردستی، یا فراڈ“ کے ذریعے مذہبی تبدیلی کے خلاف ایک جیسی سزائیں مقرر ہیں۔ تبدیلی مذہب کیلئے مدد دینے پر بھی وہاں پابندی عائد ہے۔ اڑیسہ میں ضروری ہے کہ کوئی اور مذہب اختیار کرنے والے افراد اور تبدیلی مذہب کی رسم ادا کرنے والے مذہبی افراد حکومت کو باضابطہ تحریری اطلاع فراہم کریں۔

سپریم کورٹ کے مطابق ہندومت سے کسی اور مذہب کو اختیار کرنے کا مطلب ”ذات کے نظام سے خارج ہونا“ ہے کیونکہ ذات پات کا نظام ہندو معاشرے سے جڑا ہوا ہے۔ ذات پات کے نظام سے منسلک ہونے سے کوئی فرد ذات کے نظام پر مبنی سرکاری مراعات کا حقدار قرار پاتا ہے۔

آندھرا پردیش اور تلنگانا کے قانون کے مطابق حکام کسی دوسرے مذہب کی عبادت گاہ کے نزدیک مذہبی پرچار کرنے سے منع کر سکتے ہیں۔ اس قانون کی خلاف ورزی کی صورت میں تین سال تک قید اور 5,000 روپے (\$78) تک جرمانے کی سزا دی جا سکتی ہے۔

وفاقی پینل کوڈ ”مذہب کی بنیاد پر مختلف گروپوں کے درمیان دشمنی کو فروغ دینے“ اور یکجہتی کو برقرار رکھنے کیلئے نقصان دہ اقدامات کو جرم ٹھہراتا ہے جس میں کسی مذہبی گروہ کے رکن کو زخمی کرنا یا نقصان پہنچانا بھی شامل ہے کس۔ یہ قانونی ضابطہ ایسے دانستہ اور بد نیتی پر مبنی اقدامات کی بھی ممانعت کرتا ہے جن کا مقصد کسی بھی طبقے کے مذہبی جذبات کو اس کے مذہب یا مذہبی اعتقادات کی توہین کے ذریعے مشتعل کرنا ہو۔۔۔“ ان تعزیرات کی خلاف ورزی پر تین سال تک قید، جرمانے یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ اگر یہ جرم کسی عبادت گاہ کے نزدیک کیا گیا ہو تو قید کی سزا پانچ سال تک ہو سکتی ہے۔

مذہبی گروپوں کی رجسٹریشن کیلئے کوئی شرائط موجود نہیں ہیں اگرچہ وفاقی قانون کا تقاضا ہے کہ مذہبی وابستگی رکھنے والی تنظیمیں اپنے اکاؤنٹس کی آڈٹ رپورٹس اور اپنی کارروائیوں کے شیڈول کا ریکارڈ رکھیں اور طلب کرنے پر ریاستی حکومت کے اہلکاروں کو فراہم کریں۔

فارن کانٹریبیوشن ریگولیشن ایکٹ (FCRA) سے موسوم وفاقی قانون غیر سرکاری تنظیموں کیلئے غیر ملکی فنڈنگ کو کنٹرول کرتا ہے جن میں مذہبی تنظیمیں بھی شامل ہیں۔ ایسی تنظیموں کو جو ”واضح ثقافتی، اقتصادی، تعلیمی، مذہبی یا سماجی پروگراموں کی حامل ہیں“ غیر ملکی فنڈز وصول کرنے کے لیے لازمی ہے کہ وہ وفاقی حکومت کی جانب سے رجسٹریشن کا سرکاری سرٹیفکیٹ حاصل کریں۔ وفاقی حکومت کے تحت یہ بھی ضروری ہو سکتا ہے کہ منظور شدہ تنظیمیں رقوم وصول کرنے یا باہر بھیجنے کیلئے پیشگی اجازت حاصل کریں۔ اگر وفاقی حکومت محسوس کرتی ہے کہ کوئی تنظیم ”مذہبی، نسلی، سماجی، لسانی، علاقائی گروپوں، ذاتوں یا برادریوں کے درمیان ہم آہنگی“ کو منفی انداز میں متاثر کر رہی ہے تو وہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کی درخواست یا فنڈز ٹرانسفر کرنے کی پیشگی اجازت کو منسوخ کر سکتی ہے۔

ہندو میرج ایکٹ-1950 کی دہائی کے دوران بعد میں منظور ہونے والے قوانین میں ہندوؤں کی اصطلاح میں سکھ، بدھ، جین اور دیگر لوگ مسلسل شامل رہے۔ لیکن اس کی وضاحت کرتے ہوئے ائین کہتا ہے کہ قانون کے تحت ہندوؤں کے بارے میں کوئی حوالہ سکھ، جین اور بدھ مذہب کے پیرو کاروں پر بھی لاگو ہو گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہندوؤں سے متعلق قوانین کے تابع ہوں گے، تاہم وہ الگ مذاہب ہوں گے جن کے پیروکاروں کو اس قانون کے تحت شامل کیا گیا ہے۔

وفاقی قانون کے تحت چھ مذہبی گروپوں کو اقلیتی برادری کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے جن میں مسلمان، سکھ، عیسائی، پارسی، جین اور بودھ شامل ہیں۔ ریاستی حکومت بھی کسی خاص علاقے سے تعلق رکھنے والے گروپوں کو اقلیتی حیثیت دے سکتی ہے اور یوں ریاستی قانون کے تحت انہیں اقلیت تسلیم کر سکتی ہے۔ اقلیتی حیثیت سے یہ گروپ سرکاری اعانت کے کئی پروگراموں کے حقدار ہو سکتے ہیں۔ ائین کہتا ہے کہ حکومت مذہبی اقلیتوں کے وجود کا تحفظ کرے گی اور ان کی انفرادی شناخت کے فروغ کیلئے سازگار حالات کی حوصلہ افزائی کرے گی۔

ذاتی حیثیت کے قوانین کا اطلاق صرف کچھ مذہبی برادریوں پر شادی، طلاق، بچوں کو گود لینے اور وراثت کے معاملات میں ہوتا ہے۔ حکومت ذاتی حیثیت کے قوانین کے بورڈز کو یہ قوانین بنانے کیلئے خاصی حد تک خود مختاری دیتی ہے۔ قانون ساز بورڈز کو برادری کے لیڈر منتخب کرتے ہیں؛ اس کیلئے کوئی باضابطہ طریقہ کار طے نہیں ہے اور انتخاب مختلف برادریوں میں مختلف انداز میں ہوتا ہے۔ ایک پرسنل لاء بورڈ کی عملداری کسی مخصوص مذہبی برادری کے اندر موجود تمام قسم کے افراد اور فرقوں پر ہوتی ہے۔ ہندو، عیسائی، پارسی اور اسلامی پرسنل سٹیٹس قوانین کو قانونی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور انہیں عدالتی طریقے سے اسے نافذ کیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ قوانین قومی اور ریاستی اختیارات یا آئینی شقوں سے ماورا نہیں ہوتے۔ اگر لاء بورڈ کوئی مناسب حل نہ پیش کر سکیں تو معاملہ دیوانی عدالتوں میں چلا جاتا ہے۔

وفاقی قانون مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے جوڑوں کو اپنا مذہب تبدیل کئے بغیر شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ جیسا کہ کورٹ میں شادی کرنے والے جوڑوں کیلئے ہوتا ہے، ایسے جوڑوں کو 30 دن پہلے عوامی نوٹس دینے کی ضرورت ہوتی ہے جن میں پتہ، تصاویر اور مذہبی وابستگی شامل ہو تاکہ لوگ اپنی رائے کا اظہار کر سکیں۔ تاہم ہندو، بدھ، سکھ اور جین مذاہب سے وابستہ جو لوگ اپنے مذاہب سے باہر شادی کرتے ہیں اپنی کمیونٹیز کے پرسنل سٹیٹس لاء کے مطابق شادی کرنے سے اپنا حق وراثت کھو سکتے ہیں۔

قانون سکھ شادیوں کی رجسٹریشن کو تسلیم کرتا ہے۔ تاہم پرسنل لاء سٹیٹس کے تحت سکھ افراد کیلئے طلاق کے کوئی ضابطے موجود نہیں ہیں اور سکھوں کے دیگر ذاتی معاملات کیلئے ہندو تعزیرات کے تحت فیصلے کئے جاتے ہیں۔ قانون کے مطابق کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد طلاق کیلئے سول عدالتوں سے رجوع کر سکتے ہیں۔

آئین سرکاری سکولوں میں مذہبی تعلیم کی ممانعت کرتا ہے۔ تاہم قانون کے تحت نجی مذہبی سکولوں کی اجازت ہے۔

29 میں سے 24 ریاستوں میں جانوروں کو بے رحمانہ طور پر ذبح کرنے پر جزوی یا مکمل پابندی ہے۔ ایسا کرنے پر سزائیں مختلف ریاستوں میں مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ یہ اس حوالے سے بھی مختلف ہیں کہ آیا جانور گائے، بچھڑا، بیل یا سانڈ ہے۔ ان 24 ریاستوں میں سے بیشتر میں، جہاں جانوروں کو بے رحمانہ طور پر ذبح کرنے پر پابندی ہے، اس کیلئے 6 ماہ سے دو سال تک قید اور 1,000 روپے سے 10,000 روپے (\$16 - \$160) تک جرمانہ عائد کیا جا سکتا ہے۔ راجستھان، پنجاب، ہریانہ، ہماچل پردیش اور جموں و کشمیر میں گائے کو ذبح کرنے پر 2 سے 10 سال تک قید کی سزا مقرر ہے۔ گجرات کی ریاستی حکومت نے 31 مارچ کو ایک قانون پاس کیا جس کے تحت گائے کو ذبح کرنے، بیف بیچنے اور غیر قانونی طور پر گائے یا بیف کو ایک جگہ سے دوسرے جگہ لیجانے پر سزائیں بڑھا دی گئیں۔ نئے قانون کے مطابق ایسے جرائم پر کم از کم 10 سال قید (انسانوں کے قتل کے کچھ جرائم کی طرح) اور زیادہ سے زیادہ سزا عمر قید (انسانوں کے قتل عمد کے برابر) مقرر کی گئی ہے۔

اقلیتوں کیلئے قومی کمشن، جس میں چھ نامزد مذہبی اقلیتوں کے نمائندے شامل ہوتے ہیں، اور انسانی حقوق سے متعلق قومی کمشن مذہبی اعتبار سے امتیازی سلوک کے بارے میں تحقیقات کرتے ہیں۔ اقلیتی امور کی وزارت بھی اس بارے میں تحقیقات کر سکتی ہے۔ ان اداروں کے پاس عملداری کے کوئی اختیار نہیں ہیں۔ تاہم یہ مجرمانہ اور سول خلاف ورزیوں کی تحریری شکایت درج کرانے والوں کی درخواست پر تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے سپرد کرتے ہیں تاکہ وہ اس بارے میں اقدامات کریں۔ ملک کی 29 میں سے 18 ریاستوں اور مرکزی دارالحکومت دہلی کے علاقے میں ریاستی اقلیتی کمشن موجود ہیں جو خود بھی مذہبی طور پر امتیاز برتنے کے واقعات کی چھان بین کرتے ہیں۔

آئین شیڈولڈ کاسٹ یا شیڈولڈ قبائلی برادریوں اور پسماندہ گروپوں کیلئے افرمیٹو ایکشن کی ایک قسم یعنی زندگی کے تمام شعبوں میں امتیازی سلوک کے خلاف اقدامات کی اجازت دیتا ہے۔ پسماندہ گروپ ایسی برادریاں ہوتی ہیں جنہیں سماجی اور تعلیمی اعتبار سے پسماندگی کا سامنا ہے۔ آئین

میں چونکہ شیڈولڈ کاسٹ میں صرف ہندوؤں، سکھوں یا بدھ مت کے پیروکاروں کو شامل کیا گیا ہے، عیسائیوں اور مسلمانوں کیلئے افرمیٹو ایکشن کے فوائد حاصل کرنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ وہ معاشرتی اور اقتصادی اعتبار سے پسماندہ گروپوں میں شمار کئے جائیں۔

حکومت کسی بھی مذہبی برادری کیلئے غیر ملکی مشنریوں سے مشنری ویزے کا تقاضا کرتی ہے۔

یہ ملک شہری اور سیاسی حقوق کے حوالے سے بین الاقوامی معاہدوں کا پابند ہے۔

سرکاری اقدامات

خلاصہ: حکام نے گائے کے حوالے سے ہونے والے تشدد کرنے والوں کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں کی۔ ایسا تشدد زیادہ تر مسلمان افراد کے خلاف کیا گیا جن کے بارے میں شبہ تھا کہ انہوں نے گائے کو زبح کیا یا گائے کو غیر قانونی طور پر ایک جگہ سے دوسرے جگہ پہنچایا یا پھر بیف فروخت کیا یا اسے کھایا۔ سول سوسائٹی کے ارکان اور مذہبی اقلیتوں کا کہنا تھا کہ موجودہ حکومت کے تحت مذہبی اقلیتی گروپوں کو قوم پرست ہندوؤں سے زیادہ خطرات لاحق جو غیر ہندو افراد اور عبادت گاہوں کو تشدد کا نشانہ بناتے ہیں۔ مذہبی اقلیتی برادریوں کا کہنا تھا کہ اگرچہ قومی حکومت نے بعض اوقات تشدد کے واقعات کے خلاف بات کی، مقامی سیاسی لیڈروں نے اکثر اوقات ایسا نہیں کیا اور بعض اوقات تو انہوں نے کھل عام ایسے بیان دئے جن سے تشدد کے واقعات کی حمایت کا اظہار ہوتا تھا۔ مذہبی وجوہات پر ہونے والے تشدد اور ہنگاموں سے متعلقہ طویل عرصے سے جاری قانونی مقدمات میں پیش رفت مسلسل سست روی کا شکار رہی۔ مئی میں کیرالا ہائی کورٹ نے ایک ہندو لڑکی اور مسلمان لڑکے کی شادی اس لئے منسوخ کر دی کہ کسی تیسرے فریق نے الزام عائد کیا کہ ہندو لڑکی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا باوجود اس بات کے کہ لڑکی نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ اسلام قبول کرنے کیلئے اس پر کوئی دباؤ ڈالا گیا تھا۔ 22 اگست کو سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ کسی مسلمان مرد کی طرف سے اپنی بیوی کو تین بار طلاق کا لفظ کہ کر طلاق دینا آئین سے متصادم ہے۔ 23 مئی کو حکومت نے منڈی مویشیاں کے ذریعے مویشیوں کی ذبح کرنے کیلئے فروخت پر پابندی عائد کر دی۔ جولائی میں سپریم کورٹ نے تین ماہ کیلئے تما تر ملک میں اس فیصلے پر عملدرآمد معطل کر دیا؛ توقع تھی کہ ریاستی سطح پر زرعی شعبے کی جانب سے منفی آراء کے باعث حکومت یہ پابندی ختم کر دے گی۔ تاہم سال کے اختتام تک اس نے ایسا نہیں کیا۔ حکومت نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی اقلیتی حیثیت کو سپریم کورٹ میں مسلسل چیلنج کیا۔ اقلیتی حیثیت حاصل ہونے سے ان تعلیمی اداروں کو بھرتیوں اور کورس تیار کرنے کے سلسلے میں آزادی میسر تھی۔

میڈیا کے مطابق 27 جون کو گجرات ہائی کورٹ نے وشوا ہندو پریشد کے ایک لیڈر اٹل ویڈیا کو ضمانت پر رہا کر دیا جو 2002 میں مسلم مخالف گلبرگ سوسائٹی کی ہلاکتوں کے سلسلے میں سزا پانے والے 24 مجرموں میں سے ایک تھا۔ جون 2016 میں گجرات کی ایک خصوصی عدالت نے 2002 میں گجرات میں ہونے والے ہنگاموں کے دوران گلبرگ سوسائٹی کے علاقے میں ہجوم کی طرف سے 69 افراد کے قتل میں ملوث 24 افراد کو مجرم ٹھہرایا (جن میں سے 11 کو عمر قید کی سزا دی گئی) اور اس واقعے میں ملوث 36 دیگر افراد کو باعزت بری کر دیا۔ یہ

گجرات میں 2002 کے دوران قتل عام کے دس واقعات میں سے ایک تھا جس میں تشدد میں ملوث افراد نے کہا کہ انہوں نے 27 فروری، 2002 کو ایک ٹرین میں سوار 59 ہندو یاتریوں کو جلا کر ہلاک کئے جانے کے رد عمل میں ایسا کیا۔ میڈیا کے مطابق 5 اکتوبر کو گجرات ہائی کورٹ نے گلبرگ سوسائٹی کے حملے میں زندہ بچ جانے والی خاتون ذکیہ جعفری کی اپیل خارج کر دی۔ ذکیہ جعفری نے درخواست کی تھی کہ 2002 کے ہنگاموں کی سازش کے سلسلے میں 58 افراد کے خلاف از سر نو تحقیقات کی جائیں جن میں اس وقت کے گجرات کے وزیر اعلیٰ اور موجودہ وزیر اعظم نریندر مودی کا نام بھی شامل تھا۔ پریس رپورٹس کے مطابق ہائی کورٹ کا کہنا تھا کہ ذکیہ جعفری کو سپریم کورٹ کی طرف سے 2013 میں مقرر کردہ پینل کے فیصلے کو چیلنج کرنے کرتے ہوئے از سر نو تحقیقات کی درخواست کیلئے ٹرائل کورٹ یا پھر سپریم کورٹ سے رجوع کرنا چاہیے۔ سپریم کورٹ کے مقرر کردہ پینل کا کہنا تھا کہ 58 افراد کے خلاف مقدمہ چلانے کیلئے ثبوت ناکافی تھے۔

الہ آباد ہائی کورٹ نے ستمبر میں ان 18 افراد کو ضمانت دے دی جن پر ستمبر 2015 میں اتر پردیش کے مقام ڈاڈری میں ہجوم کی شکل میں محمد اخلاق سیفی کو مبینہ طور پر گائے کو ذبح کرنے کے حوالے سے مار مار کر ہلاک کرنے کا الزام تھا۔ ستمبر 2016 میں تحقیقاتی افسروں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا کہ اخلاق نے یا اس کے خاندان نے کبھی بھی گائے کو ذبح کیا تھا۔ اکتوبر 2017 میں میڈیا نے خبر دی کہ بھارتیہ جنتا پارٹی (بی جے پی) کے اتر پردیش کی ریاستی اسمبلی کے ایک رکن ان 18 افراد کو ضمانت دلوانے، نوکریوں پر بحال کرنے اور ان میں سے ایک ملزم کے افراد خانہ کو، جو جیل میں مر گیا تھا، 800,000 روپے (\$12,500) دلوانے کیلئے مدد فراہم کر رہے ہیں۔

ستمبر میں راجستھان ہائی کورٹ نے ان سات میں سے پانچ افراد کو ضمانت پر رہا کر دیا جنہیں ہریانہ کے ایک ڈیری فارمر پہلو خان کو قتل کرنے پر گرفتار کیا گیا تھا۔ یہ گرفتاری قاتلانہ حملے کی ایک ویڈیو سماجی رویے کی ویب سائٹ پر وائرل ہونے کے بعد عمل میں آئی تھی۔ ستمبر میں حکام نے چھ دیگر افراد کے خلاف تحقیقات بند کر دی جنہیں خان نے حملہ میں شریک ہونے کے حوالے سے شناخت کیا تھا۔ یکم اپریل کو نام نہاد گائے کے تحفظ کی کمیٹی کے 200 ارکان کے ایک گروپ نے الوار میں اس وقت خان پر حملہ کیا تھا جب وہ اپنے ٹرک پر دو گائیں اور دو بچھڑے لیجا رہا تھا۔ خان اس واقعہ کے دو روز بعد چل بسا تھا۔

22 مارچ کو قومی تحقیقاتی ایجنسی (این آئی اے) کی خصوصی عدالت نے ہندو قوم پرست تنظیم راشٹریہ سوامی سیوک سنگھ (آر ایس ایس) کے دو کارکنوں کو 2007 میں راجستھان کے شہر اجمیر میں صوفی بزرگ خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر بم کا دھماکہ کرنے پر عمر قید کی سزا سنائی۔ یہ دھماکہ افطار سے کچھ ہی دیر قبل ہوا جس میں تین افراد ہلاک ہوئے۔

9 اپریل کو تلنگانا قانون ساز اسمبلی کے ایک رکن ٹی۔ راجا سنگھ لودھ نے مبینہ طور پر کہا کہ وہ اتر پردیش میں ایودھیہ کے متنازعہ مقام پر رام مندر کی تعمیر کی مخالفت کرنے والوں کے سر قلم کر دیں گے۔ میڈیا کے اداروں نے وسیع پیمانے پر اس خیال کا اظہار کیا کہ مذکورہ اسمبلی رکن کے بیان کا ہدف مسلمان تھے جن کے بارے میں میڈیا کو توقع تھی کہ وہ اس مقام پر ہندو مندر کی

تعمیر کی مخالفت کریں گے جہاں مغلیہ دور میں ایک مسجد موجود تھی۔ حیدر آباد پولیس نے لودھ پر الزام عائد کیا کہ وہ جان بوجھ کر اور غلط مقاصد کے ساتھ ایک مذہبی برادری کے مذہب یا مذہبی اعتقادات کی توہین کر کے انہیں اشتعال دلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ 13 مئی کو پولیس نے لودھ اور اسلامی درسگاہ جہاد و شہادت (ڈی جے ایس) نامی تنظیم کے محمد عبدالماجد پر مذہب کی بنیاد پر مختلف برادریوں کے درمیان منافرت پھیلانے کی کوشش کے الزامات عائد کئے۔ یہ الزامات دونوں کی جانب سے مبینہ طور پر ہندو مت اور اسلام کے دفاع کیلئے نجی فوجی دستے منظم کرنے کے بیانات کے حوالے سے عائد کئے گئے۔ 27 جولائی کو تلنگانا لاء ڈپارٹمنٹ نے پولیس کو اختیار دیا کہ وہ لودھ کے خلاف ستمبر 2013 میں ”گائے کے تحفظ“ کیلئے ایک ریلی کے دوران اشتعال انگیز اور نفرت دلانے والی تقریر کے حوالے سے قانونی کارروائی کرے۔

وزیر اعظم نریندر مودی نے 13 جولائی کو مویشیوں کے تاجروں، بیف استعمال کرنے والوں اور ڈیری فارمرز پر ہجوم کی جانب سے ہلاکت خیز حملوں میں اضافے کی مذمت کی اور کہا کہ گائیوں کے تحفظ کے نام پر لوگوں کا قتل ناقابل قبول ہے۔ 21 جولائی کو ایک قانونی درخواست کے جواب میں، جو سماجی کارکن تحسین پوناوالا نے گائیوں کے تحفظ کے حوالے سے حملے کرنے والوں کے خلاف کارروائی کے مطالبے کے لیے دائر کی تھی، قانون کے وفاقی مشیر اعلیٰ، رنجیت کمار نے کہا کہ وفاقی حکومت گائیوں کے تحفظ کے نام پر کئے جانے والے حملوں کی حمایت نہیں کرتی۔ تاہم ایسے واقعات کی بیخ کنی ریاستی حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔

14 اپریل کو پنجاب حکومت نے ریٹائرڈ جسٹس رنجیت سنگھ کی سربراہی میں ایک کمیشن کے قیام کا اعلان کیا جسے اکتوبر 2015 میں وسیع پیمانے پر پھیلے سکھوں کے احتجاجی مظاہروں پر پولیس کی فائرنگ کی تحقیقات کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ پولیس کی اس شوٹنگ میں دو مظاہرین ہلاک اور 80 زخمی ہو گئے تھے۔ سکھوں نے نامعلوم افراد کی طرف سے سکھوں کی مقدس مذہبی کتاب کی توہین کی رپورٹوں کے بعد پانچ اضلاع میں احتجاجی مظاہرے کئے تھے۔ ریاستی حکومت نے اس وقت ایک نیا کمشن تشکیل دے دیا جب متعدد سکھ تنظیموں نے کہا کہ سابقہ کمشن نے مقدس کتاب کی بے حرمتی کے کیس میں جانبداری کا مظاہرہ کیا تھا جس کی سربراہی پریس کونسل آف انڈیا کے سابق چیئرمین اور سپریم کورٹ کے ریٹائرڈ جج مرکانڈے کاتجو کو سونپی گئی تھی، جس نے متعدد غیر سرکاری تنظیموں کی درخواست پر اس واقعے کی تحقیقات کی تھی۔ 28 جون کو نئے کمشن نے پولیس افسروں کے خلاف ”غیر ضروری“ طور پر فائرنگ کرنے پر الزامات عائد کرنے اور شوٹنگ کے واقعہ میں ہلاک ہونے والے گرجیت سنگھ اور کرشن بھگوان سنگھ کے اہل خانہ کو 25 لاکھ روپے (\$39,200) معاوضہ ادا کرنے اور انہیں باقاعدہ ملازمت فراہم کرنے کی سفارش کی۔ سال کے اختتام تک حکام نے متاثرہ افراد کو کوئی معاوضہ ادا نہیں کیا تھا۔

پریس رپورٹس میں بتایا گیا کہ سپریم کورٹ نے 1984 میں دہلی اور پنجاب میں سکھوں کے خلاف ہونے والے ہنگاموں سے متعلقہ 186 کیسز کا جائزہ لینے کیلئے ایک نئی خصوصی تحقیقاتی ٹیم (SIT) تشکیل دی ہے۔ رپورٹس کے مطابق SIT میں ہائی کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج، انسپکٹر جنرل کے درجے کا ایک پولیس افسر اور سپرنٹنڈنٹ کے درجے کا ایک حاضر پولیس افسر شامل ہوں گے۔ اس سے پہلے 16 اگست کو دو ریٹائرڈ ججوں پر مشتمل نگرانی کا ایک پینل SIT

کی جانب سے 241 مقدمات کو عدم ثبوت کی بنا پر بند کرنے کے سابقہ فیصلے کا جائزہ لینے کے لیے تشکیل دیا تھا۔ عدالت نے نگرانی کے پینل کو ہدایت دی کہ وہ تین ماہ کے اندر اپنی رپورٹ پیش کرے۔ نگرانی کا یہ پینل اس نتیجے پر پہنچا کہ 241 میں سے 186 کیسز کے بارے میں مزید تحقیقات کی جانے چاہئے۔

ممبئی ہائی کورٹ نے 4 مئی کو ان 11 افراد کی سزا کو برقرار رکھا جنہیں جنوری 2008 میں عمر قید کی سزا دی گئی تھی۔ ان افراد نے 2002 میں گجرات میں ہونے والے نسلی فسادات کے دوران 19 سالہ حاملہ خاتون بلقیس بانو کے ساتھ ہونے والی اجتماعی جنسی زیادتی میں حصہ لیا تھا۔ اس جرم میں حصہ لینے والا 12 واں شخص مئی میں آنے والے عدالتی فیصلے سے قبل ہی چل بسا تھا۔ عدالت نے پانچ پولیس افسروں اور دو ڈاکٹروں کو اس کیس میں نچلی عدالت کی طرف سے بریت کے فیصلے کو بھی تبدیل کر دیا۔ ان افراد پر الزام تھا کہ انہوں نے بھی اس اجتماعی جنسی زیادتی میں حصہ لیا تھا اور وہ اپنے پیشہ ورانہ فرائض ادا کرنے میں ناکام رہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ثبوت بھی مٹا دئے تھے۔ عدالت نے تحقیقاتی ادارے سی بی آئی کی اس درخواست کو بھی رد کر دیا کہ اس جرم میں شامل تین مرکزی مجرموں کی عمر قید کی سزا کو سزائے موت میں بدل دیا جائے۔

سول سوسائٹی اور مذہبی اقلیتوں کے اراکین نے بیان دیا ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کی موجودہ حکومت کے تحت مذہبی اقلیتی برادریوں کو ہندو قوم پرست گروپوں کی وجہ سے زیادہ خطرے کا احساس ہوا جو غیر ہندو افراد اور عبادت گاہوں کے خلاف متشدد کارروائیاں کرنے میں مصروف رہے۔ مذہبی اقلیتی برادریوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایسے میں جبکہ قومی حکومت نے کبھی کبھی تشدد کے واقعات کے خلاف بات کی، مقامی سیاسی لیڈروں نے اکثر ایسا نہیں کیا اور بعض اوقات کھلم کھلا ایسے بیان دئے جن کو لوگ تشدد پر اکسانے سے تعبیر کر سکتے تھے۔ 2 اپریل کو چھتیس گڑھ میں بی جے پی کے وزیر اعلیٰ رمن سنگھ نے رپورٹوں سے کہا کہ ان کی ریاست میں جو کوئی بھی گائے ذبح کرے گا اسے پھانسی دے دی جائے گی۔ 7 اگست کو اُس وقت کے بھارت کے نائب صدر حامد انصاری نے بنگلور یونیورسٹی میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان، عیسائی اور دلت خود کو پہلے سے زیادہ غیر محفوظ خیال کر رہے ہیں۔ 10 اگست کے اپنے انٹرویو میں انصاری نے کہا کہ بے اطمینانی اور عدم تحفظ کا احساس ملک کے مسلمانوں میں بڑھ رہا ہے۔ ان کے تبصروں کو بھارتیہ جنتا پارٹی اور دوسرے قوم پرست گروپوں کی طرف سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔

21 مئی کو مدھیہ پردیش پولیس نے چھ مسیحی افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان پر مبینہ طور پر 72 چھوٹے بچوں کو اغوا کرنے اور انہیں جبری طور پر عیسائی بنانے کے ارادے کا الزام تھا۔ بچوں کے والدین نے بیان دیا کہ وہ پہلے ہی پروٹیسٹنٹ تھے اور انہوں نے اپنے بچوں کو گرفتار شدہ مسیحیوں کی نگرانی میں ناگپور کے ویکیشن ہائل سکول (VBS) میں ایک سمر کیمپ میں شرکت کی اجازت دی تھی۔ پولیس نے بتایا کہ بچوں کے خاندانوں نے کوئی ثبوت فراہم نہیں کیا کہ وہ پہلے ہی سے عیسائی ہو چکے تھے۔ مسیحی غیر سرکاری تنظیم مارننگ سٹار نیوز (MSN) کے مطابق 12 جون کو ریاستی ہائی کورٹ نے وی بی ایس کے چھ رضاکاروں کو ضمانت دینے سے انکار کر دیا۔ یہ آمیہ جال، الکیش گناوا، پانڈو سنگھ واسونیا، نیتن مندود، لالو بابور اور 17 سالہ نوجوان وجے میڈا تھے۔ حکام نے مبینہ طور پر وی بی ایس اٹینڈ کرنے والوں میں سے ایک

15 سالہ آکاش گنڈیا کو نوجوانوں کے ایک حراستی مرکز میں تقریباً ایک ماہ تک رکھا اور پھر 20 جون کو اُسے رہا کر دیا گیا۔ گنڈیا نے بتایا کہ چھ سال تک کی عمروں کے بچے بھی پولیس کی حراست میں رہے جنہیں ان کے والدین کے آنے کے بعد رہا کیا گیا۔ اُس کے والد سنگھ گنڈیا نے ایم ایسا پن کو بتایا کہ مجھے پولیس اسٹیشن سے معلوم ہوا کہ پولیس کا کیس درج کرانے کا ارادہ نہیں تھا لیکن ایک ہندو قوم پرست گروپ آر ایس ایس اور بجرنگ دل کے فعال کارکنوں کی طرف سے دباؤ تھا اور جس کی وجہ سے میرے بچے کو 25 روز عدالتی تحویل میں گزارنا پڑے۔ غیر سرکاری تنظیم ہیومن رائٹس ود آؤٹ بارڈرز (HRWF) کی 2017 کی قیدیوں کی فہرست میں بتایا گیا کہ اگرچہ یہ اطلاع موجود تھی کہ پولیس نے بچوں کو رہا کر کے ان کے والدین کے سپرد کر دیا تھا لیکن گنڈیا کے علاوہ 71 بچوں کے اتے پتے کے بارے میں واضح اور درست اطلاعات موجود نہیں تھیں۔

میڈیا نے اطلاع دی کہ پولیس نے 7 مسیحی پادریوں کو گرفتار کر لیا جن میں نئی دہلی کے سٹینلے جیکب، وجے کمار، سومت ورگھیز اور ڈیوڈ، ماتھورا کے امیت، پتھراس سے انیتا اور راجستھان سے دنیش شامل تھے۔ انہیں 4 دسمبر کو ایک نجی رہائش گاہ سے اُس وقت گرفتار کیا گیا جب وہ ایک دعائیہ اجلاس کر رہے تھے۔ اگلے روز یعنی 5 دسمبر کو ایک عدالت نے انہیں انہیں جبری طور پر تبدیلی مذہب کی مہم چلانے کے الزام میں 14 روز کیلئے عدالتی تحویل میں دے دیا۔ ان سات پادریوں کے اہل خانہ نے بتایا کہ مقامی رہائشی اس لئے پریشان تھے کیونکہ کچھ افراد عیسائیت قبول کر رہے تھے۔

ذرائع ابلاغ کے مطابق 12 مارچ کو غازی آباد پولیس نے 4 افراد کو اُس کے بعد گرفتار کر لیا جب واٹس ایپ پر وہ مسلم مخالف ویڈیو وائرل ہو گئی جسے انہوں نے اپ لوڈ کیا تھا۔ حکام نے اجے چھپرانا، پرکاش دوبے، نکول نگر اور مکیش یادو پر، جو سب ہی 25 سال سے کم عمر کے تھے، فرد جرم عائد کی کہ انہوں نے ایک کمیونٹی کے خلاف غیر مناسب زبان استعمال کر کے فرقہ وارانہ نفرت کو ہوا دی اور اس ویڈیو کو مختلف سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کیا۔ اس ویڈیو کو بھی ڈیلیٹ کر دیا گیا اور ملزموں کو عدالتی تحویل میں دے دیا گیا۔ سال کے آخر تک اس بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں ہوئی۔

ایم ایس این نے اطلاع دی کہ 23 اگست کو پولیس نے ایک نو عمر مسیحی کرن انتھونی کو فرقوں کے درمیان عداوت پھیلانے کی بنا پر گرفتار کر لیا۔ اُس کے سابق ہم جماعت اور دوست ستھین گور نے پولیس میں ایک شکایت درج کرائی تھی کہ انتھونی نے فیس بک پر ہندو مخالف بیان پوسٹ کیا تھا۔ انتھونی نے اس الزام سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ اُس نے مہینوں سے فیس بک استعمال نہیں کی تھی کیونکہ اُس نے جب بھی عیسائیت کے بارے میں کچھ پوسٹ کیا، اُس کے ہم جماعتوں نے اُس کیلئے نازیبا کومنٹس بھیجنا شروع کر دیے۔ انتھونی نے ایم ایس این کو بتایا کہ وہ میرا اچھا دوست تھا جس نے رودرا سینا (ایک خود ساختہ ہندو قوم پرست گروپ) کے ساتھ شامل ہوتے ہوئے اُس پر غلط الزام عائد کیا۔ پولیس نے انتھونی کو 12 روز تک جیل میں رکھا اور پھر 3 ستمبر کو اسے ضمانت پر رہا کر دیا۔

28 مارچ کو میڈیا اطلاعات کے مطابق مدھیہ پردیش پولیس نے ڈاکٹر عاتک خان کو اس کے بعد گرفتار کر لیا جب ایک شخص نے اس پر سوشل میڈیا پر ایک سادھو کی ایسی تصویر شیئر کرنے پر اعتراض کیا جو گوشت کی دکان کے قریب کھڑا تھا۔ پولیس نے مبینہ طور پر کہا کہ اس پوسٹ میں اتر پردیش میں غیر قانونی مذبح خانوں کو بند کرنے کا مذاق اڑایا گیا تھا اور اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ یوگی ادتیہ ناتھ کی ہدایت پر عاتک خان پر ”کھلم کھلا شرارت“ پر مبنی بیان دینے پر فرد جرم عائد کر دی گئی۔

15 جون کو سرکاری ریلوے پولیس نے ایک کیتھولک راہبہ، تین خواتین اور ایک بچے کو سنتا، مدھیہ پردیش میں ایک ٹرین سے اترنے پر مجبور کر دیا جب وشوا ہندو پریشد کے شعبہ خواتین ماتروشکتی نے اس راہبہ کو جبری طور پر مذہب تبدیل کرانے کیلئے مورد الزام ٹھہرایا۔ پولیس نے ان زیر حراست افراد کو رہا کر دیا لیکن بعد میں سسٹر بینا جوزف کے خلاف ایک بچے کے والدین کی جانب سے اپنے بچے کے اغوا کی شکایت پر ان پر فرد جرم عائد کر دی گئی اس واقعے سے پہلے مدھیہ پردیش میں کیتھولک ڈائیوسس کے افسر تعلقات عامہ فادر اسٹیفن پی مریہ ریلوے پولیس کو ایک بیان جمع کراچکے تھے جس میں علاقے میں ٹرین پر سفر کرنے والے مسیحی مبلغوں کو حراساں کرنے کی اطلاع دی گئی تھی۔

25 مئی کو میڈیا نے اطلاع دی کہ کیرالہ ہائی کورٹ نے ایک ہندو عورت اور مسلمان مرد کی شادی کو کالعدم قرار دیا جس کی بنیاد تیسرے فریق کی طرف سے عائد کئے گئے الزامات تھے کہ مذکورہ عورت سے جبری طور پر مذہب تبدیل کرایا گیا اور اسے مسلمان بنایا گیا۔ عورت کے والد کی طرف سے دائر ایک درخواست پر عدالت نے عورت کو اس کے والدین کے گھر واپس کرنے کا حکم دیا۔ عورت نے اس سے انکار کیا کہ اسے جبری طور پر اسلام قبول کروایا گیا تھا۔ 6 جولائی کو عورت کے شوہر نے کیرالہ ہائی کورٹ کے فیصلے کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا۔ اُس نے دلیل دی کہ عورت نے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا تھا۔ سپریم کورٹ نے اس کیس کو سماعت کیلئے منظور کر لیا اور اسے این آئی اے کے سپرد کر دیا جس نے یہ بیان دیا کہ کسی عورت کے ہندو مذہب چھوڑ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا یہ واحد واقعہ نہیں تھا بلکہ مسلمان مردوں کی طرف سے ہندو عورتوں کو جبری طور پر مذہب تبدیل کرانے کی ایک بڑی سازش کا حصہ ہو سکتا ہے۔ اس بیان کے بعد سپریم کورٹ نے این آئی اے کو حکم دیا کہ وہ اس کیس میں جبری تبدیلی مذہب کے الزام کی چھان بین کرے۔ یہ عورت 27 نومبر کو سپریم کورٹ میں پیش ہوئی جس نے حکم دیا کہ وہ اپنے والدین کی تحویل سے نکل کر واپس کیرالہ کالج جا سکتی ہے جہاں وہ اسکول سپرنٹنڈنٹ کی نگرانی میں رہے گی۔ میڈیا نے اطلاع دی کہ اس کا 9 دسمبر کو ایک سال سے بھی زیادہ عرصے بعد پہلی بار کالج میں اپنے شوہر سے دوبارہ ملاپ ہوا۔

23 مئی کو مرکزی حکومت نے منڈی مویشیاں کے ذریعے قربانی کیلئے گائے کی فروخت پر پابندی کا حکم جاری کیا۔ بعض مبصرین نے مبینہ طور پر اس تشویش کا اظہار کیا کہ اس پابندی کا مسلمانوں پر سب سے زیادہ منفی اثر ہو گا جو ملک میں بھینس اور گائے کے گوشت کی برآمد کی 3.9 ارب روپے کی برآمدی صنعت میں غلبہ رکھتے ہیں۔ جولائی میں سپریم کورٹ نے تین ماہ تک اس حکم کو قائم رکھا۔ میڈیا رپورٹوں کے مطابق پابندی کے نتیجے میں کسانوں کی طرف سے بڑے گوشت کو استعمال کرنے والی ریاستوں میں وسیع پیمانے پر احتجاج ہوئے اور سپریم کورٹ

کی طرف سے اس کے خلاف حکم جاری ہوا۔ 30 نومبر کو وزارت ماحولیات ، جنگلات اور آب و ہوا کے ایک اعلیٰ عہدیدار نے کہا کہ حکومت اس بارے میں کچھ تبدیلیوں پر غور کر رہی ہے جن کے نتیجے میں قواعد و ضوابط مزید قابل قبول ہو جائیں گے۔ لیکن سال کے اختتام تک اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔

25 اگست کو سپریم کورٹ نے اپنے فیصلے کی وضاحت کرتے ہوئے پرائیویسی کو ایک بنیادی حق قرار دیا جسے مہاراشٹر میں بیف کی ملکیت سے متعلق معاملوں میں بھی ملحوظ رکھا جائے۔ سپریم کورٹ نے اسی ماہ کے اوائل میں مہاراشٹر حکومت کی طرف سے ممبئی ہائی کورٹ کے مئی 2016 کے اس فیصلے پر اپیل کو سننے پر بھی اتفاق کر لیا جس میں ریاست میں 2015 میں بیف پر پابندی کے کچھ حصے کو غیر آئینی قرار دیا تھا۔ ممبئی ہائی کورٹ نے بیان دیا تھا کہ مہاراشٹر ریاست سے باہر ذبح کی جانے والی گائیوں کے گوشت کی ملکیت پر پابندی نہیں لگا سکتی کیونکہ اس سے شہریوں کے اپنی پسند کے کھانے اور انہیں اپنی ملکیت میں رکھنے کے حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ سپریم کورٹ نے سال کے اختتام تک یہ اپیل نہیں سنی تھی۔ ریاست مہاراشٹر کے صارفین ، قصابیوں اور دکانداروں کا کہنا ہے کہ وہ عدالت میں اس مقدمے کی وجہ سے بدستور خطرے میں رہے کیونکہ مہاراشٹر میں ذبح نہ کی جانے والی گائے کیلئے ثبوت کی ذمہ داری ملزم پر عائد ہوتی تھی۔

سپریم کورٹ نے 6 ستمبر کو تمام ریاستی حکومتوں کو ہدایت کی کہ وہ ہر ضلع میں ایک سینئر پولیس افسر تعینات کریں جو گائے کے تحفظ کے حوالے سے ہونے والے حملوں سے جڑے واقعات کی روک تھام کرے اور مؤثر طور پر جوابی کارروائی کرے۔ تین ججوں پر مشتمل بینل نے تمام ریاستی حکومتوں کے چیف سیکرٹریوں کو یہ ہدایت بھی دی کہ وہ گائیوں کے تحفظ کے نام پر ہونے والے حملوں سے جڑے واقعات کی روک تھام کیلئے کئے جانے والے اقدامات کی رپورٹ پیش کریں۔

سپریم کورٹ نے 22 اگست کو مسلم پرسنل لاء کی اُس شق کو غیر آئینی قرار دے دیا جو کسی مسلمان مرد کو اپنی بیوی کو تین بار طلاق کا لفظ کہہ کر طلاق دینے کی اجازت دیتی ہے۔ عدالت نے مسلم پرسنل لاء کے دوسرے پہلوؤں کو قائم رکھا۔ ان میں طلاق کی دوسری قسمیں بھی شامل تھیں۔ یہ فیصلہ ایک مسلمان خاتون شایارہ بانو کی طرف سے 2016 میں دی گئی درخواست کے جواب میں دیا گیا تھا۔

8 ستمبر کو جموں و کشمیر کی ریاستی حکومت نے سری نگر کے کچھ حصوں میں پابندیاں عائد کیں تاکہ برما کی مسلمان روہنگیا آبادی کے ساتھ وہاں کی حکومت کے برتاؤ کے خلاف مظاہروں کو محدود کیا جاسکے۔ ان میں جمعہ کو ہونے والی نماز جمعہ پر بھی پابندی لگائی گئی تھی۔ مسلمان لیڈروں اور علماء کی کشمیری کونسل ، متحدہ مجلس علماء MMU نے روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کرنے کیلئے جمعہ کی نماز کے بعد احتجاجی مظاہروں کی اپیل کی تھی اور حکام نے متحدہ مجلس علماء کے لیڈر میر واعظ عمر فاروق کو اُن کی رہائش گاہ پر نظر بند کر دیا۔ ایم ایم یو کے ترجمان نے بیان دیا کہ حکومت مسلسل جبر کی پالیسی کو اپنائے ہوئے ہے اور جمعہ کی نماز پر پابندی مذہبی سرگرمی میں براہ راست مداخلت ہے۔

مارچ میں امریکہ میں مذہبی بنیاد پر قائم ایک تنظیم 'کمپیشن انٹرنیشنل' نے، جسے حکومت نے پیشگی منظوری لینے والی تنظیموں کی فہرست میں رکھا ہوا تھا، ملک میں اپنی سرگرمیاں روک دیں کیوں کہ وہ اپنے مقامی شراکت داروں تک فنڈز کی منتقلی نہیں کر سکی۔ کمپیشن انٹرنیشنل کا موقف تھا کہ حکومت نے قانون کو مسیحی فلاحی تنظیموں کے کام پر پابندی لگانے کیلئے استعمال کیا۔

جولائی میں مہاراشٹر سوشل بائیکاٹ کی ممانعت (روکنے، منع کرنے اور تدارک) کا ایکٹ قانون بن گیا۔ یہ ملک میں ذات پات اور کمیونٹی کی ماورائے عدالت کورٹس کے ذریعے سماجی طور پر افراد کو کمیونٹی سے خارج کرنے اور بدسلوکی پر سزا دینے سے متعلق اپنی نوعیت کا پہلا قانون تھا۔ پونے شہر کے ایک رہائشی امیش رودراپ نے مہاراشٹر میں پہلی شکایت اپنی کمیونٹی کونسل 'تیلوگو ماڈل وار پریٹ کمیونٹی' کے خلاف اس وقت درج کرائی جب اس نے دوسری ذات کی عورت کے ساتھ شادی کے بعد سماجی سطح پر اس کے بائیکاٹ کی منظوری دی۔ اس بائیکاٹ کی وجہ سے اس پر اپنی برادری میں مذہبی تقریبات میں شرکت کی ممانعت تھی۔

چھتیس گڑھ کرسچن فورم نے اطلاع دی کہ 14 جولائی کو سکما ضلع کے گاؤں بیل ویپر میں ایک ہجوم نے 18 مسیحی خاندانوں پر اس وقت حملہ کیا اور ان کی جائیداد پر لوٹ مار مچائی جب وہ خاندان ایک مقامی مسیحی رہائش گاہ پر دعائیہ اجتماع میں شریک تھے۔ فورم نے بیان دیا کہ پولیس نے حملہ آوروں کے خلاف الزام عائد نہیں کی اور یہ کہ مسیحی خاندانوں کو گاؤں میں سماجی بائیکاٹ اور ماؤ باغیوں کے طور پر گرفتار کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ فورم نے اطلاع دی کہ مقامی پولیس نے اسی نوعیت کے ان واقعات کی چھان بین نہیں کی جو اس سال کے دوران جنوبی چھتیس گڑھ کے 22 دیہاتوں میں پیش آئے تھے۔

ایم ایس این نے اطلاع دی کہ پولیس نے 27 جون کو غیر قانونی اجتماع پر 6 مسیحیوں کو حراست میں لیا جس کی وضاحت یوں کی گئی کہ انہوں نے منتشر ہونے کا حکم ملنے کے باوجود 5 یا اس سے زیادہ افراد کے اجتماع کو جانتے بوجھتے بھی جاری رکھا۔ پادری اٹا رام ساہنی نے کہا کہ سٹیشن ہاؤس افسر ارونڈ کمار نے ہندو مواد پڑھنے کے بجائے بائبل پڑھنے پر متعدد بار ان کی تذلیل کی اور تھپڑ مارے۔ ایک اور زیر حراست شخص گرو دین نے کہا کہ افسر کمار نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کو مشتعل کرتے ہو اور انہیں عیسائی بناتے ہو اور تم لوگ بڑا گوشت بھی کھاتے ہو۔ تم اپنی پوری زندگی اب جیل میں گزارو گے۔ گرو دین نے کہا کہ انسپیکٹر نے اس کی حراست کے دوران چار روز تک مبینہ طور پر پولیس افسروں کو اس کے گھر بھیجا اور اس کی بیوی کو بھی حراست کیا گیا۔ جن چار دوسرے افراد کو گرفتار کیا گیا، ان میں چھوٹے لال، رام نریش، گوبرے نشاد اور لال بیہاری ورما شامل تھے۔ ایچ آر ڈبلیو ایف نے اطلاع دی کہ تمام کے تمام چھ افراد کو ضمانت دے دی گئی اور 5 جولائی کو رہا کر دیا گیا۔

28 ستمبر کو مہاراشٹر کی ریاستی حکومت نے اعلان کیا کہ "نیو بدھسٹ" (وہ دلت جنہوں نے بیسویں صدی کے وسط میں بدھ مت قبول کیا تھا) ریاست میں اقلیتی فلاحی مراعات کے حقدار ہیں۔

ریاست میں مسلمان، عیسائی، یہودی، بودھ، سکھ، پارسی اور جین اقلیتی برادریاں ریاست میں مسلسل اقلیتی فلاحی مراعات کی حقدار رہیں۔

19 مارچ کو 100 سے زائد افراد نے، جن میں سے متعدد نے بیان دیا تھا کہ وہ ”گائے محافظ“ ہیں، جسے پور میں ایک مسلمان کی ملکیت والے ہوٹل کے سامنے احتجاج کیا اور الزام لگایا کہ ہوٹل میں بیف فراہم کیا جاتا ہے جس پر راجستھان میں پابندی ہے۔ شہری سطح کے ایک سرکاری ادارے کے پور میونسپل کارپوریشن نے مبینہ طور پر احتجاجی مظاہروں کے بعد ہوٹل کو بند کر دیا جس کی ملک گیر سطح پر مذمت ہوئی۔ میڈیا کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ کمیونٹی بنیادی طور پر اُس طریق کار سے پریشان تھی جو ہوٹل گوشت سے بنے کھانوں کو پہنکنے کیلئے استعمال کرتا تھا اور جو بالآخر قریب چرنے والی گائیں کھا جاتی تھیں۔ 9 مئی کو پولیس نے بیان دیا کہ ہوٹل سے لئے گئے گوشت کے نمونوں کی فورینزک جانچ نے اس امکان کو خارج کر دیا کہ وہ گائے کا گوشت تھا۔ ہوٹل یکم جون کو دوبارہ کھول دیا گیا لیکن یہ 74 روز تک بند رکھا گیا۔

سیکشن III : مذہبی آزادی کیلئے سماجی احترام کی صورت حال

خلاصہ: مذہبی محرکات پر قتل، حملوں، بلووں، مذہبی آزادی کے حق پر پابندیوں، امتیازی سلوک اور جائیداد پر حملوں کے سینکڑوں واقعات کی اطلاعات موصول ہوئیں۔ جن گروپوں کو اکثر ہدف بنایا گیا وہ مسلمان اور عیسائی تھے۔ ”گائے محافظ“ گروپ نے، جس کے اکثر ارکان کا خیال تھا کہ گائے کو ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا ہندو دیویوں پر حملے کے مترادف ہے جو ماں ہونے کی نمائندگی کرتی ہیں، متعدد متشدد حملے کئے۔ ان میں بیف کھانے والوں یا بیف کی صنعت سے وابستہ افراد کا قتل، ان کو مارنا پیٹنا، ہراساں کرنا اور ڈرانا دھمکانا شامل تھے۔

ایم ایچ اے 2016-17 کی سالانہ رپورٹ کے مطابق جنوری سے مئی تک مذہبی برادریوں کے درمیان 296 تنازعات پیش آئے جن کے نتیجے میں 44 افراد کی جانیں گئیں اور 892 افراد زخمی ہوئے۔ ایم ایچ اے نے 2016 میں 703 فرقہ وارانہ واقعات کی اطلاع دی جن کے نتیجے میں 86 اموات ہوئیں جبکہ 2,321 لوگ زخمی ہوئے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں 2015 میں ایسے 715 واقعات پیش آئے جن کے نتیجے میں 97 لوگ مارے گئے اور 2264 زخمی ہوئے۔ ایم ایچ اے نے فرقہ وارانہ واقعات کو ایسے پر تشدد تنازعات کے طور پر بیان کیا جو مذہبی برادریوں کے درمیان مذہبی اجتماعات منظم کرنے، مذہبی علامتوں کی بے حرمتی کرنے اور کمیونٹی جائیداد و املاک کی ملکیت کے مسائل پر اختلافات کی وجہ سے پیش آئے۔

میڈیا ڈیٹا پراجیکٹ انڈیا سپینڈ کے مطابق 2010 اور جون 2017 کے درمیان گائیوں کے حوالے سے تشدد کے 63 واقعات ہوئے جن میں نتیجے میں 28 اموات ہوئیں۔ 97 فیصد واقعات 2014 سے 2017 کے دوران ہوئے جبکہ ہلاک ہونے والوں میں 86 فیصد لوگ مسلمان تھے۔ سال کے دوران

گائے محافظوں کے حوالے سے 11 اموات ہوئیں جو 2010 کے بعد سب سے زیادہ تعداد ہے۔ 2010 میں انڈیا سپینڈ منصوبے کا آغاز ہوا تھا۔

دی ریلیجس لبرٹی کمشن آف دی ایونجیلیکل فیلوشپ آف انڈیا یعنی ای ایف آئی آر ایل سی نے سال کے دوران عیسائیوں اور گرجا گھروں پر حملوں اور تشدد کے کم سے کم 351 کیسز کی تفصیل بتائی جو 2015 میں 177 اور 2016 میں 300 تھے۔ کمشن نے توجہ دلائی کہ یہ سال مسیحی برادری کیلئے ایک انتہائی خوفناک سال رہا۔ کمشن نے حکومت پر زور دیا کہ وہ مداخلت کرے اور حکومت میں عیسائی برادری کا اعتماد بحال کرنے کیلئے قانون کی بالادستی قائم کرے۔ ای ایف آئی کے جنرل سیکرٹری وجائش لال نے اتوار اور عبادت کے دوسرے اہم دنوں جیسے پام سنڈے، گڈ فرائیڈے، ایسٹر اور کرسمس کے موقع پر حملوں کی مثالیں دیتے ہوئے بتایا کہ ان میں اضافہ ہوا اور ہندو قوم پرستوں نے ”عبادت کیلئے نجی مقامات“ پر بھی حملے کئے۔ یوں کسی فرد یا خاندان کی پرائیویسی اور تقدس کی خلاف ورزی کی اور ان کے آئینی حقوق پامال کئے۔ اس سال کے اعداد و شمار کے تجزیے سے معلوم ہوا کہ تامل ناڈو میں عیسائیوں کے خلاف تشدد کے سب سے زیادہ واقعات ہوئے جن کی تعداد 52 رہی۔ اس کے بعد اتر پردیش کا نمبر آتا ہے جہاں ان واقعات کی تعداد 50 تھی۔ چھتیس گڑھ میں 43؛ مدھیہ پردیش میں 36، مہاراشٹر میں 38 اور دہلی میں چھ کیسز کے بارے میں معلوم ہوا۔

یونین آف کیتھولک ایشین نیوز یعنی یو سی اے این کے مطابق ایک انٹر ڈینومی نیشنل کرسچن غیر سرکاری تنظیم ’پرسیکیوشن ریلیف‘ نے سال کے دوران مسیحیوں پر 736 حملوں کو ریکارڈ کیا جبکہ 2016 میں یہ تعداد 348 تھی۔ رپورٹ میں بیان کیا گیا کہ مسیحیوں پر ہندوؤں کے حملے دگنے ہو گئے جو مسیحیوں کو ریاست کے خلاف اور قومی اخلاقیات کے خلاف کام کرنے والوں کے طور پر پیش کرنے کے ایک ایسے رجحان کا حصہ تھا جس کی اس سے پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔ پولیس کی طرف سے مسیحیوں کے خلاف بیشتر شکایتوں کا اندراج مبینہ طور پر انہیں جرائم کیلئے مورد الزام ٹھہراتے ہوئے کیا گیا۔ ان میں بغاوت، مذہبی تحمل اور برداشت کے خلاف فعال ہونا، دوسروں کیلئے امتیازی رویے اپنانا، یکجہتی کے خلاف کام کرنا، عبادت گاہوں کی بے حرمتی کرنا اور دوسرے مذاہب کی توہین کرنا جیسے جرائم شامل تھے۔ پرسکی کیوشن ریلیف کے بانی نے یو سی اے این کو بتایا کہ 99 فیصد کیسز میں (ہندوؤں) نے ہدف بنائے جانے والے مسیحیوں پر الزامات عائد کئے اور جعلی شہادتیں پیش کیں۔ ان الزامات میں بغاوت جیسے سنگین جرائم بھی شامل تھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر بغاوت کے الزامات ثابت ہو جاتے تو ملزم کو عمر قید کی سزا ہو سکتی تھی۔

22 جون کو ہریانہ میں ایک ٹرین میں نشست پر ہونے والے جھگڑے پر حملہ آوروں نے 16 سالہ جنید خان کو چھریاں مار کر ہلاک کر دیا۔ پولیس اور عینی شاہدوں کے مطابق حملہ آوروں نے خان پر گائے کا گوشت کھانے کا الزام لگایا۔ اسے چھریوں سے مہلک وار کر کے ہلاک کر دیا۔ پھر اسے ٹرین سے باہر پھینک دیا۔ خان کے دو بھائی اس واقعے میں زخمی ہوئے۔ ہریانہ پولیس نے اس واقعے کے حوالے سے 6 افراد کو گرفتار کیا جن میں نریش کمار اور رامیشور داس بھی شامل تھے۔ اگست تک مقامی عدالتوں نے مبینہ طور پر ان 6 میں سے 4 افراد کو اس کے بعد ضمانت پر رہا کر دیا جب پولیس نے ان کے خلاف بلوے، غیر قانونی اجتماع اور قتل عمد کے ارادے

کے الزامات ختم کر دئے تھے۔ حکام نے ریلوے پولیس افسر کی طرف سے مداخلت میں مبینہ ناکامی کی چھان بین جاری رکھی۔ 28 جون کو اس واقعے کے رد عمل اور گائیوں کے حوالے سے کئے جانے والے حملوں کے حالیہ واقعات کے جواب میں سول سوسائٹی گروپوں نے ملک گیر سطح پر احتجاجی مظاہروں کا اہتمام کیا جنہیں 'میرے حوالے سے نہیں' مہم کے طور پر جانا جاتا ہے۔ 10 سے زائد شہروں میں شرکاء نے گائیوں کے حوالے سے کئے جانے والے حملوں اور تشدد کی مذمت کی اور حکومت سے مزید فیصلہ کن کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔

6 دسمبر کو میڈیا نے اطلاع دی کہ ایک ہندو شخص شمشہولال ریگر نے ایک مسلمان مزدور کو زدو کوب کیا اور زندہ جلا کر ہلاک کر دیا جس کی جلی ہوئی لاش اگلی صبح پولیس کو ملی۔ حملہ آور نے خود کو فلم بند کیا جس میں وہ اپنے شکار کو ایک الگ تھلگ مقام پر لے گیا، اُس پر ہتھیار سے حملہ کیا اور بے ہوش شخص کو آگ لگا دی۔ پھر اُس نے کیمرے کی طرف منہ کر کے 'میں جہاد کو پسند کرتا ہوں' کے خلاف خبردار کیا یا پھر اُس شخص جیسی قسمت کا سامنا کرنے کی دھمکی۔ پریس کانفرنس میں پولیس کے ایک ترجمان نے اس واقعے کو وحشیانہ جرم قرار دیا اور چھان بین کیلئے ایک خصوصی ٹیم، حملہ آوروں کی گرفتاری اور چھان بین کے آغاز کا اعلان کیا۔

تامل ناڈو میں حکام نے چھ مسلمان نوجوانوں پر 17 مارچ کو کوئم بتور میں ایچ۔ فاروق کو قتل کرنے کا الزام عائد کیا۔ فاروق نے مبینہ طور پر سوشل میڈیا پر ایسا مواد پوسٹ کیا تھا جس میں لادینیت کی حمایت کی گئی تھی۔ اکتوبر میں ان کے مقدمے کا آغاز ہوا لیکن سال کے اختتام تک اس بارے میں کوئی معلومات نہیں ملیں۔

15 جولائی کو موٹر سائیکل پر سوار دو نامعلوم افراد نے سلطان مسیح کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ مسیح پنجاب کے ایک خود مختار گرجا گھر کے پادری تھے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ امرندر سنگھ نے کہا کہ قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا اور وعدہ کیا کہ مسیح کی بیوہ کو پانچ لاکھ روپے (\$7,800) دئے جائیں گے جبکہ مسیح کے ایک بیٹے کو مقامی پولیس میں ملازمت دی جائے گی۔ یکم دسمبر کو میڈیا نے اطلاع دی کہ این آئی اے نے انتہا پسند متشدد سکھ حلقوں سے تعلق رکھنے والے دو افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان دو افراد رمندیپ سنگھ اور ہردیپ سنگھ نے مبینہ طور پر 2016 سے پنجاب میں مسیح سمیت آٹھ افراد کے قتل اور اقدام قتل کا اعتراف کیا تھا۔ ان کا مقدمہ سال کے اختتام پر بھی جاری رہا۔

17 جولائی کو اتر پردیش کے مظفر نگر ڈسٹرکٹ میں نسیم خان کو اُس کی بیوی کے خاندان کے ارکان نے اس کے دو سال بعد اس لئے قتل کر دیا جب اُس کی بیوی نے اسلام قبول کیا اور اپنے خاندان کی مرضی کے خلاف اُس سے شادی کی۔ پولیس نے اس خاتون کے خاندان سے تعلق رکھنے والے چار افراد کے خلاف ابتدائی طور پر الزامات عائد کر دئے تھے جو سال کے اختتام تک مقدمے کی سماعت کے انتظار میں زیر حراست رہے۔

میڈیا نے 25 ستمبر کو اطلاع دی کہ ایک 28 سالہ ہندو خاتون نے کیرالہ ہائی کورٹ میں درخواست دی کہ اسے ایک عیسائی شخص سے شادی کرنے پر اُس کے باپ اور خاندان کے دیگر افراد نے

حبس بے جا میں رکھا اور پھر وہ اسے یوگا اور فلاحی ٹرسٹ کے مرکز میں لے گئے جہاں اسے 22 دن تک قید رکھا گیا۔ اس خاتون کا کہنا تھا کہ اسے وہاں 65 دیگر خواتین کے ساتھ قید رکھا گیا جہاں پانچ افراد نے اُن کو مارا پیٹا اور ”عیسائی مذہب اور اسلام کی برائیاں“ بتائیں۔ اُس خاتون کا کہنا تھا کہ اُن سب کو جنسی زیادتی کا بھی نشانہ بنایا گیا۔ اس خاتون کے مطابق اُس کے خاندان نے اُسے ایک ہندو شخص کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا اور 21 اگست کو وہ یہ بہانہ کر کے اُس مرکز سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوئی کہ اُس نے اپنے خاندان کی بات مان لی ہے۔ اودھایمپور پولیس نے چھ افراد کے خلاف کیس درج کر لیا جن میں اس خاتون کا دیور منوج گروجی بھی شامل تھا جو دیگر چار افراد کے ساتھ ملکر یوگا مرکز چلا رہا تھا۔ یہ شکایت موصول ہونے کے بعد پولیس نے اس مرکز کو بند کرنے کیلئے نوٹس جاری کر دیا کیونکہ اُن کے پاس اسے چلانے کیلئے کوئی لائسنس موجود نہیں تھا۔ مرکز کے کونسلر نے کہا کہ ایذا رسانی اور جنسی زیادتی کے الزامات بے بنیاد ہیں اور اس خاتون نے ڈیپریشن کے علاج کی خاطر یوگا کلاسیں لیں اور کونسلنگ حاصل کی تھی۔

25 اپریل کو جموں و کشمیر کے مقام ریبسی میں گائیوں کی حرمت کیلئے حملے کرنے والے ایک گروپ نے ایک مسلمان خاندان پر حملہ کر کے کم سے کم سات افراد کو زخمی کر دیا۔ جب گروپ نے اُن پر حملہ کیا، وہ خاندان مویشیوں کے ایک گلے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہا تھا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق پولیس نے گروپ کے 11 افراد پر اقدام قتل کے الزامات عائد کئے۔ پولیس نے اس مسلمان خاندان پر بھی بغیر اجازت مویشیوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے پر الزامات عائد کئے۔

میڈیا رپورٹس میں بتایا گیا کہ ہندو قوم پرست گروپ جاگرن ویدی کے 10 نامعلوم افراد نے 12 مارچ کو کرناٹک کے مقام دیواگیرے میں مصنف یوگیش ماسٹر کے چہرے پر سیاہ تیل مل دیا۔ ماسٹر کا کہنا تھا کہ گروپ نے اسے ہندو دیوتاؤں کے خلاف لکھنے پر قتل کی دھمکیاں دی تھیں۔ پولیس نے دو حملہ آوروں کو گرفتار کر لیا اور مبینہ طور پر باقی اٹھ افراد کی تلاش جاری رکھی۔

میڈیا کی کئی رپورٹوں میں بتایا گیا کہ کولکتہ سے تقریباً 30 میل دور بنگال کے دو مسلم اکثریتی علاقوں نارتھ 24 پرگاناس ڈسٹرکٹ میں 3 جولائی کو اُس وقت نسلی فسادات پھوٹ پڑے جب ایک ہندو نوجوان نے فیس بک پر ایک پوسٹ کی جسے کچھ مسلمانوں نے اشتعال انگیز قرار دیا۔ مسلمان اور ہندو ہجوموں نے پولیس پر حملے کئے، دکانوں اور گھروں میں لوٹ مار مچائی اور بنگلہ دیش کی طرف جاتی شاہراہ کو بند کر دیا۔ مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بینر جی نے بی جے پی پر تشدد کو ابھارنے کا الزام لگایا۔ بی جے پی کے راہنماؤں نے اس کیلئے بنگلہ دیشی مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرایا جبکہ بینر جی کی ٹرینامول کانگریس پارٹی نے اس کی ذمہ داری ہندو قوم پرستوں پر ڈالی۔ کسی شخص کی ہلاکت یا زخمی ہونے کی کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔

ای ایف آئی نے 9 اپریل کو پانچ واقعات کی اطلاع دی جن میں مدھیہ پردیش، ہریانہ، اتر پردیش، راجستھان اور تامل ناڈو میں عیسائیوں کو ہدف بنایا گیا۔ ہریانہ کے مقام کیتھل میں مقامی ہندوؤں نے مبینہ طور پر چرچ میں ایک اجلاس میں رخنہ اندازی کی اور عبادت گزاروں پر الزام لگایا کہ وہ مقامی باشندوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ پولیس نے پادری اور عبادت گزاروں

کو حراست میں لے لیا۔ تاہم بعد میں انہیں چھوڑ دیا گیا۔ راجستھان کے مقام سری گنگانگر میں ہندوؤں نے ایک چرچ آف گاڈ سروس پر حملہ کر دیا۔ پولیس نے بعد میں چرچ کے پادری اور سات عبادت گزاروں کو مبینہ طور پر مقامی دیہاتیوں کو عیسائی بنانے پر گرفتار کر لیا۔ مقامی عیسائی رہنماؤں کی مداخلت پر پولیس نے انہیں رہا کر دیا۔

چھ اور سات مئی کو میڈیا کی رپورٹوں اور دوسروں نے بتایا کہ وشوا ہندو پریشد وی ایچ پی اور بجرنگ دل کے فعال کارکنوں نے تلنگانا کے عدیل آباد ڈسٹرکٹ کے قصبے اونٹور میں مسلمانوں کے ایک گروپ سے محاذ آرائی کی۔ اس محاذ آرائی کے بعد سرگرم ہندو کارکنوں نے مقامی پولیس پر حملہ کر دیا۔ حملہ آوروں نے دس پولیس افسروں کو زخمی کر دیا اور املاک کو نقصان پہنچایا۔ اس واقعے کے بعد واٹس ایپ پر ایک آڈیو کلپ کی گردش کو ہندو کمیونٹی نے اپنی توہین سمجھا۔

ہندو فعال کارکنوں کو جب اس آڈیو کلپ کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے پولیس میں شکایت درج کرائی۔ تاہم جب انہوں نے یہ سمجھا کہ پولیس نے فوری طور پر کارروائی نہیں کی تھی تو انہوں نے مسلمانوں کی زیر ملکیت عمارتوں پر دھاوا بول دیا۔ مسلمان گروپوں نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے ہندو کارکنوں پر پتھراؤ کیا۔ پولیس کی مداخلت پر مسلمان گروپ پیچھے ہٹ گئے۔ تاہم ہندوؤں نے پولیس پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ پولیس نے اس واقعے میں ملوث کچھ افراد کو گرفتار کیا اور ان کے خلاف کیس سال کے اختتام تک جاری رہا۔

7 جون کو رمضان کے دوران ایک ہجوم نے نئی دہلی میں ایک زیر تعمیر مسجد کو منہدم کر دیا۔ اس کے دو روز بعد ہجوم نے مسجد کو منہدم کرنے کے اس اقدام کی تحقیقات کیلئے اُس علاقے میں آنے والے ایک کشمیری صحافی باسط ملک پر حملہ کیا اور اسے پولیس کے حوالے کر دیا۔ میڈیا نے 7 جون کو اطلاع دی کہ پولیس نے سات افراد پر مسجد کے احاطے میں زبردستی گھسنے اور شرارت کرتے ہوئے اسے نقصان پہنچانے کے الزامات عائد کئے۔ باسط ملک نے مبینہ طور پر پولیس میں شکایت درج کرانے سے انکار کر دیا۔

25 اگست کو اتر پردیش کے گاؤں ادولی میں نسلی فسادات پھوٹ پڑے جب ایک مسلمان محلے میں گائے کا ڈھانچہ دیکھا گیا۔ اُس کے اگلے روز پولیس نے مبینہ طور پر پانچ افراد کو گرفتار کر لیا اور دس دیگر افراد کو پوچھ گچھ کیلئے حراست میں لے لیا۔ پولیس کے ایس ایس پی نے ایک نیوز ایجنسی کو بتایا کہ پولیس نے گائے کو ذبح کرنے، پتھراؤ کرنے اور گاؤں کی دو مساجد کو نقصان پہنچانے پر تین مقدمات درج کئے تھے۔

24 فروری کو 200 کے لگ بھگ ہندوؤں کے ایک ہجوم نے 1700 عیسائیوں کے ایک اجتماع پر دھاوا بول دیا جو دہلی کے مقام بدر آباد میں ایک پر امن تہوار کیلئے اکٹھے ہوئے تھے جس کا اہتمام دہلی اور بہادر آباد دہلی کے قومی دارالحکومت کے علاقے کے 12 گرجاگھروں نے کیا تھا۔ ای ایف آئی کے مطابق ہجوم نے سیٹوں پر بیٹھے اور سٹیج پر موجود افراد پر حملہ کیا اور عمارت کو نقصان پہنچایا جس کے نتیجے میں ان تنظیموں کو بڑے پیمانے پر مالی نقصان بھی ہوا۔ گلوبل کرسچن نیوز (جی سی این) کے مطابق بہت سے افراد زخمی ہوئے جن میں ایک پادری بھی شامل

تھا۔ دس سے پندرہ افراد نے اُس پر حملہ کیا تھا جس کے بعد کئی گھنٹے تک اُس کی ناک اور منہ سے خون بہتا رہا۔ پولیس نے اگلے روز حملہ آوروں کے خلاف فرد جرم عائد کر دی۔ تاہم سال کے اختتام تک اس کیس کے بارے میں کسی پیش رفت کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

6 اور 7 اپریل کو اڑیسہ کے مقام بھدرک میں تشدد پھوٹ پڑا جب تین مسلمان نوجوانوں نے فیس بک پر ہندو دیوتاؤں کے خلاف مبینہ طور پر کچھ تبصرے پوسٹ کیے۔ ضلعی انتظامیہ نے علاقے میں کرفیو نافذ کر دیا، 48 گھنٹوں کیلئے انٹرنیٹ سروس معطل کر دی اور پولیس کی اضافی نفری متعین کر دی۔ بدامنی کی صورت حال میں 500 کے لگ بھگ کمرشل اور رہائشی عمارات میں لوٹ مار اور تباہی کے واقعات شامل تھے۔ ایک سرکاری تخمینے میں کل نقصان کا اندازہ 9 کروڑ روپے (1.4 ملین ڈالر) لگایا گیا۔ سول سوسائٹی کارکنوں نے ضلعی انتظامیہ پر الزام عائد کرتے ہوئے کہا کہ اُس نے بائیکرز کی ایک ریلی کی اجازت دے کر کشیدگی میں اضافہ کرنے کی کوشش کی جس کے شرکا نے مبینہ طور پر پاکستان کی حمایت کے نعروں کے پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک فعال کارکن نے نشاہدہ کی کہ ریاستی اور ضلعی انتظامیہ فرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھنے سے متعلق وزارت داخلہ کے عمومی ضابطوں پر عمل درآمد کرنے میں ناکام رہی۔ پولیس نے 146 افراد کو گرفتار کیا اور ان افراد کو جن کی جائیدادوں کو نقصان پہنچا تھا 15,000 روپے (240 ڈالر) سے لیکر 200,000 روپے (3,100 ڈالر) تک فی کس معاوضہ ادا کرنے کا اعلان کیا۔

میڈیا نے اطلاع دی کہ 25 مارچ کو گجرات کے ضلع پتن کے گاؤں واداوالی میں دو ہندو اور مسلمان ہائی سکول کے طلباء کے درمیان جھگڑا ہوا جو بعد شدت اختیار کر کے گاؤں کے مسلمان رہائشیوں کے خلاف ایک بلوے کے حملے کی شکل اختیار کر گیا۔ ہجوم نے گھروں اور گاڑیوں کو نذر آتش کر دیا اور 50 گھروں اور بہت سی گاڑیوں کو تباہ کر دیا۔ دو افراد ہلاک ہو گئے جن میں سے ایک پولیس کی فائرنگ سے ہلاک ہوا اور دیگر دس افراد زخمی ہو گئے۔

میڈیا کی اطلاعات کے مطابق 20 اگست کو کیرالا ریاست کے مقام پاراور میں پولیس نے ونڈم گلوبل اسلامک مشن (WGIM) کے ارکان کو پفلٹ تقسیم کرنے کی کوشش پر ”فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو نقصان پہنچانے“ کے الزام میں گرفتار کر لیا۔ مسلمان رہنماؤں کا کہنا تھا کہ گرفتاریاں ہندو انتہاپسندوں کی ایما پر کی گئیں۔ انہوں نے کہا کہ انتہا پسند ہندوؤں نے WGIM کے ارکان کی گرفتاری سے قبل تھانے میں ان پر حملہ کیا تھا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق کیرالا کے وزیر اعلیٰ پینارائی وجائن نے ریاستی مجلس قانون ساز کو بتایا کہ WGIM کے ارکان کی جانب سے تقسیم کئے جانے والے پمفلٹس میں ایک سے زیادہ خداؤں کی پرستش کرنے والوں اور بت پرستوں پر تنقید کی تھی۔ ایک مقامی عدالت نے WGIM کے گرفتار شدہ ارکان کو ضمانت دے دی اور کہا کہ وہ اپنے آئینی حقوق کے مطابق کام کر رہے تھے۔

فروری میں اٹرا کناڈا کے ضلع کرناٹک میں ایک کمیونٹی کالج کی پرنسپل پروفیسر منجولہ نے بتایا کہ کالج کے فرسٹ گریڈ کے کچھ طالب علموں نے مسلم کمیونٹی سے تعلق رکھنے والی تین مہمان پروفیسروں کے خلاف احتجاج کیا جو برقعہ پہنتی تھیں۔ کچھ احتجاجی مظاہرین کی وجہ سے ایک مسلمان تنظیم تنجم ک ان تین مہمان پروفیسروں کو دھمکی دینا پڑی کہ وہ اسکول میں برقعہ مت

اتاریں یہ احتجاج اُس وقت ختم ہوا جب پروفیسر منجولہ نے طلبا کو بتایا کہ اگر وہ گڑ بڑ کرتے رہے تو اُن کی خلاف قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔ سال کے اختتام پر ان مہمان پروفیسروں میں سے ایک کالج میں موجود رہیں اور وہ بدستور برقعہ پہنتی رہیں۔

21 ستمبر کو میڈیا نے اطلاع دی کہ ہندو قوم پرست سیاسی جماعت شو سینا نے ہریانہ کے علاقے گروگرام میں ہندو تہوار نوراتری کے موقع پر گوشت کی 500 سے زیادہ دکانوں کو زبردستی بند کرا دیا۔ یہ تہوار سال میں دو مرتبہ منایا جاتا ہے اور اس دن بہت سے ہندو لوگ گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ 28 مارچ کو شو سینا کے 200 کارکنوں نے نوراتری کے دوران گروگرام میں مبینہ طور پر تمام گوشت کی دکانوں کو بند کرا دیا۔

ایم ایس این کی اطلاع کے مطابق 21 جنوری کو وشوا ہندو پریشد کے ارکان نے کے اے سوامی کو دھمکیاں دیں اور اُنہیں حیدر آباد میں راہ گیروں میں بائیل کی کاپیاں تقسیم کرنے سے روکتے ہوئے تھانے لے گئے۔ جی سی این کا کہنا تھا کہ ایک ویڈیو کلپ سماجی رابطوں کی ویب سائٹس پر وائرل ہو گیا جس میں چھ افراد کو اے کے سوامی، اُن کی اہلیہ اور اُن کے بچوں کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ اُنہوں نے مبینہ طور پر سوامی کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بائیل کو اپنے سر پر رکھ کر قسم کھائیں کہ وہ بائیل کی کاپیاں دوبارہ کبھی تقسیم نہیں کریں گے۔ بعد میں وہ اُنہیں تھانے لے گئے جہاں پولیس نے اُن سے پوچھ گچھ کی اور پھر اُنہیں کوئی الزام عائد کئے بنا رہا کر دیا۔ جی سی این کا کہنا ہے کہ تھانے سے گھر واپس جاتے ہوئے اُن کی دماغی شریانیں پھٹ گئیں اور ایم ایس این کے مطابق اُنہیں ممکنہ طور پر شدید ذہنی تناؤ کے باعث فالج ہو گیا۔ وہ کوما میں چلے گئے۔ تاہم بعد میں اُن کی حالت سنبھل گئی۔ اُن کی اہلیہ نے ایم ایس این کو بتایا کہ 9 مئی کو اُنہیں ہسپتال سے فارغ کر دیا گیا اور اُن کی طبیعت بہتر ہو گئی۔ وشوا ہندو پریشد نے اس بات سے انکار کیا کہ اُس کے ارکان نے سوامی کو ہراساں کیا تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ اُس کے کارکنوں نے صرف زبانی مکالمہ کیا تھا جب وہ ہندو دیوتاؤں کو خفا کر رہے تھے۔ سوامی کی اہلیہ کی دائر کی گئی ایک شکایت پر پولیس نے وشوا ہندو پریشد کے تین ارکان کو گرفتار کر لیا۔

میڈیا نے اطلاع دی کہ وشوا ہندو پریشد کے جائینٹ جنرل سیکٹری نے 9 اپریل کو کرسچن مشنریوں کو ملک سے نکل جانے کیلئے کہا۔ اُنہوں نے کہا کہ وشوا ہندو پریشد ’بھارت چھوڑ دو‘ کے نام سے ایک ریلی کا اہتمام کرے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ وشوا ہندو پریشد ایک بھی کرسچن مشنری کو ملک میں رہنے کی اجازت نہیں دے گا۔

9 جون کو گجرات کے شہر احمد آباد میں عیسائی برادری نے ہندی زبان کی ایک درسی کتاب کی اشاعت پر احتجاج کیا جس میں بقول اُن کے حضرت عیسیٰ کو شیطان ظاہر کیا گیا تھا (درسی کتاب میں لفظ ’’حیوان‘‘ استعمال کیا گیا تھا)۔ اس کے نتیجے میں گجرات ریاست ٹیکسٹ بک بورڈ (GSSTB) نے 10 جون کو کتاب کی آن لائن اشاعت میں سے لفظ ’’حیوان‘‘ حذف کر دیا۔ اسی طرح GSSTB کی ایک اور درسی کتاب میں رمضان کے دوران مسلمانوں کے روزہ رکھنے کو ’’بیضہ‘‘ کے لفظ سے موسوم کیا گیا۔ GSSTB کے چیئرمین نے کہا کہ دونوں ’’پرنٹنگ کی غلطیاں‘‘ تھیں اور اُنہوں نے وعدہ کیا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر لی جائے گی۔

17 جون کو گوا میں ایک ہندو قوم پرست تنظیم ہندو جانا جاگروتی سمیتی کے زیر اہتمام منعقدہ ایک کنونشن میں 132 کے لگ بھگ ہندو تنظیموں نے عہد کیا کہ اس ملک کو 2023 تک مکمل طور پر ہندو ریاست بنا دیا جائے گا جس میں مویشی ذبح کرنے پر مکمل پابندی ہو گی، گائے کو ملک کی قومی علامت قرار دیا جائے گا اور تمام تر مذہبی تبدیلیوں پر بھی مکمل پابندی ہو گی۔

ستمبر میں گجرات ہائی کورٹ نے جونا گڑھ پولیس کو اس کے بعد دو مختلف مذاہب والے ایک جوڑے کو مکمل تحفظ فراہم کرنے کا حکم دیا جب اس ہندو لڑکی کے والد نے اپنی بیٹی کی ایک مسلمان شخص سے شادی پر اعتراض کرتے ہوئے عدالت میں درخواست دائر کی۔ اس جوڑے نے بیان دیا کہ ہندو تنظیموں کی طرف سے ان کو دھمکیاں دی جا رہی تھیں اور علیحدہ ہو جانے کیلئے دباؤ ڈالا جا رہا تھا۔ عدالت نے لڑکی کے والد کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ لڑکی کی تمام شناختی دستاویزات اسے لوٹا دے۔

سیکشن IV : امریکی حکومت کی پالیسی اور اس حوالے سے بات چیت

تمام سال کے دوران امریکی سفارتخانے اور قونصلیٹ جنرلوں کے نمائندے سرکاری اہلکاروں، سول سوسائٹی اور مذہبی رہنماؤں سے مل کر مختلف مسائل پر گفتگو کرتے رہے جن میں اسلامی طلاق اور آئین کے مطابق انفرادی مذہبی قوانین کے تحفظ کاچیلنج، یونیورسٹیوں کی اقلیتی حیثیت، گائے کے گوشت پر پابندی اور مذہبی بنیاد پر ہونے والے سیاسی تشدد شامل تھے۔ اپریل میں سفارتخانے کی قائم مقام سفیر نے اپنی رہائش گاہ پر دوپہر کے کھانے کے دوران خواتین کی بین المذاہب رہنماؤں کی گول میز کانفرنس کا اہتمام کیا۔ اس گول میز کانفرنس کا موضوع بین المذاہب ہم آہنگی اور مذہبی تنوع تھا۔ انہوں نے مذہبی درسگاہوں میں خواتین کے کردار پر بھی بات چیت کی۔

سفارتخانہ اور قونصلیٹس جنرل مذہبی آزادی سے متعلق خدشات اور امریکی حکومت کے رد عمل پر بات چیت کرنے کے لیے مذہبی تنظیموں، مشنری برادریوں اور ہر مذہبی پس منظر سے تعلق رکھنے والی غیر سرکاری تنظیموں سے ملاقات کرتے رہے۔ انہوں نے مذہبی اقلیتوں پر حملوں میں بظاہر اضافے اور مذہبی آزادی کو بظاہر محدود کر دئے جانے پر خدشات کے بارے میں بھی گفتگو کی۔ ایسی بات چیت میں سائرو مالنکارا کیتھولک چرچ کے کارڈنل، مارتھوما چرچ کے میٹروپولیٹن بشپ، جامعہ مسجد کے امام، متعدد مساجد کے رہنما، اکثر دھم مندر کے ہندو پروہت اور انٹرنیشنل سوسائٹی فار کرشنا کانٹیننس کے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ ساتھ انڈیا اسلامک ثقافتی مرکز کے نمائندے، آل انڈیا ائمہ کی تنظیم، کیتھولک بشپس کانفرنس آف انڈیا، دی چرچ آف نارٹھ انڈیا، دہلی کیتھولک آرکڈیوسیز، پیرس کمیونٹی، بدھ اکثریت والے کوشیناگر، بھارتیہ سنت سمیتی، جن مایا مشن، بھائی برادری اور سکھ رہنما بھی شامل تھے۔ چارج ڈی افیئرز کی جانب سے جون

میں منعقد کئے جانے والے بین المذاہب ڈنر میں بھی ان میں سے بیشتر تنظیموں کے نمائندے موجود تھے۔

مئی میں قائم مقام سفیر نے ایک سفری آرٹ نمائش کا افتتاح کیا جس کا عنوان تھا ”مذہبی اعتقاد برقرار رکھنا: ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں بھارتی مذاہب“۔ انہوں نے امریکہ اور بھارت دونوں کیلئے مذہبی رواداری اور بین المذاہب تنوع کی اہمیت پر زور دیا۔ اس نمائش میں فریم کی ہوئی 37 تصاویر شامل تھیں جن کے ذریعے انڈین امریکن برادری میں مذہبی تنوع اور اس برادری کے امریکی ثقافت پر اثرات کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ نمائش بھارت کے متعدد شہروں میں پہنچی جس نے امریکی سفاتخانے کے عملے کو مذہبی برداشت اور تنوع کے بارے میں بات چیت کرنے کا موقع فراہم کیا۔

ممبئی میں امریکی قونصل جنرل نے ممبئی کے ماہم علاقے میں ”فیتھ واک“ کا اہتمام کیا جس کے دوران ایک اسلامی خانقاہ، ایک کیتھولک گرجا گھر اور ایک ہندو مندر کا دورہ کیا گیا تاکہ بین المذاہب مکالمے اور مذہبی تنوع کو فروغ دیا جاسکے۔ ہر مذہبی برادری کے نمائندوں نے اس واک میں شرکت کی۔ مئی میں قونصل جنرل نے آرگنایزیشن آف گوا اینڈ دامان کے کیتھولک پادری فلپ نیبری فیروا کے تعاون سے گوا میں ایک گول میز کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں اقلیتوں کے خلاف ہونے والی شعلہ بیانی اور بڑھتی ہوئی مذہبی عدم برداشت کے بارے میں کیتھولک برادری کے خدشات پر بات چیت کی گئی۔

کولکتہ میں قونصل جنرل نے بہت سے کمیونٹی لیڈروں اور مذہبی تنظیموں کے ساتھ رابطوں میں مسلسل اضافہ جاری رکھا۔ قونصل جنرل نے سوامی ویوے کاننڈا کے قائم کردہ ہندو آرڈر راما کرشنا مشن کے بلور ماتھ صدر دفتر کا دورہ کیا اور سینئر پروہتوں کے ساتھ مذہبی ہم آہنگی اور برداشت کے بارے میں گفتگو کی۔ قونصل جنرل نے آسام میں ہندو یاترا کے خاص مقام کامکھیا مندر کا دورہ کیا۔ انہوں نے کولکتہ کی سب سے بڑی مسجد ناخدا مسجد کے امام سے ملاقات کی۔ اس کے علاوہ وہ احمدیہ مسلم کمیونٹی کے لیڈروں سے بھی ملے۔ وہ بہار کے شہر پٹنہ میں سکھوں کے آخری گرو گوبند سنگھ کی جائے پیدائش کی تقریبات کے دوران گردوارہ بھی گئے۔ انہوں نے بیہار کے بدھ مت کے مذہبی مقام بودھ گیا میں ماہا بودھی مندر کا دورہ کیا۔ رابطوں کے اس دورے کے دوران قونصل جنرل نے برداشت کا پیغام پہنچایا اور مشترکہ مقاصد کے حصول کی خاطر مختلف مذہبی برادریوں کے ساتھ ملکر کام کرنے کی کوششوں کو فروغ دیا۔ بات چیت کے دوران قونصل جنرل، سینئر ہندو اور بودھ پروہت، امام، عیسائی پادری، سکھ اور یہودی کمیونٹی لیڈروں نے بین المذاہب مکالمے اور برداشت کی ضرورت پر زور دیا۔

سفارتخانے اور قونصل جنرلوں نے رمضان، ہولی، عید الفطر اور ایسٹر جیسے بڑے تہوار منانے کیلئے تقریبات کا اہتمام کیا تاکہ مختلف مذاہبی گروپس کے لیڈروں کو اکٹھا کیا جاسکے۔ ان تقریبات کے دوران سفارتخانے یا قونصل جنرلوں کے نمائندوں اور مختلف مذاہب کے مہمانوں نے اپنی تقاریر اور غیر رسمی بات چیت کے دوران مذہبی آزادی اور برداشت کو فروغ دیا۔ سفارتخانہ اور قونصل جنرل کے اہلکار مذہبی بنیاد پر ہونے والے تشدد، عدم برداشت اور مذہبی بنیادوں پر کئے گئے حملوں کی رپورٹس کے واقعات پر مسلسل نظر رکھتے رہے۔

